حصہ سوم

پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جوابات

۱- پیشگوئی متعلقہ مرزا احمد بیگ وغیرہ

خدا تعالیٰ کی سُنّت قدیمہ:- جب کوئی قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو عذاب نازل کرنے سے قبل آخری اتمام حجت کے طور پر ایک حکم دیا کرتا ہے کبھی وہ حکم اپنی ذات میں نہایت معمولی ہوتا ہے مگر اس کی خلاف ورزی "اونٹ کی پیٹھ پر آخری تنکا" ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اسی قانون کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا (بنی اسرائیل: ۱۷) کہ جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکے خوشحال لوگوں کو ایک حکم دیتے ہیں جس کی وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ پس ان پر فرد جُرم لگ جاتا ہے اور ہم انکو بالکل تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اسی قسم کی اتمام حجت کی ایک مثال سورۃ الشمس میں بیان فرمائی ہے۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ نَاقَةَ ٱللَّهِ وَسُقْيَٰهَا ۝ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنۢبِهِمْ فَسَوَّىٰهَا (الشمس: ۱۴، ۱۵) پس قوم ثمود سے اللہ تعالیٰ کے نبی (صالحؑ) نے فرمایا کہ خدا کی اس اونٹنی کا خیال رکھو، اور اس کا پانی بند نہ کرو۔ پس انہوں نے اس کا انکار کیا اور انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے۔ پس ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے گناہ اور نافرمانی کے باعث ہلاک کر دیا۔

پس یہی سنّت الٰہیہ تھی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ کیا۔ وہ لوگ (جیسا کہ تفصیل آگے آئیگی) خدا تعالیٰ کے منکر، آنحضرتؐ اور قرآن کے دشمن تھے، ہندو تہذیب اور ہندوانہ رسوم کا ان پر گہرا اثر تھا، جس طرح ہندوؤں کے ہاں اپنی گوت اور خاندان میں نکاح ناجائز سمجھا جاتا ہے اسی طرح وہ لوگ (مرزا احمد بیگ وغیرہ) بھی یہ خیال کرتے تھے کہ اسلام نے جو چچا، ماموں اور خالہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ نہایت قابل اعتراض ہے، وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ مندرجہ بالا رشتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے جو اپنی پھوپھی کی لڑکی (حضرت زینبؓ) سے نکاح کیا وہ

بھی ناجائز تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی بدکرداریوں اور نافرمانیوں کے باعث (جن کی تفصیل آگے آئے گی) انکو قوم صالحؑ کی طرح ایک آخری حکم دیا کہ وہ (احمد بیگ) اپنی لڑکی کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ سے کردیں گے تو یہ نکاح قرآن مجید کی آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ : ۱۱۹) کے مطابق (کہ صادقین کے ساتھ تعلق پیدا کرو) موجب رحمت اور برکت ہوگا۔

۲۔ چونکہ حضرت اقدس کا رشتہ ان لوگوں کے ساتھ اسی قسم کا تھا جس میں ہندووانہ رسوم کے ماتحت باہمی نکاح کو وہ بُرا سمجھتے تھے، اس لئے خدا تعالیٰ نے خصوصیت سے اسی امر کو چُنا۔ جس طرح آنحضرتؐ کے زینبؓ (مطلقہ زیدؓ) کے ساتھ نکاح کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (الاحزاب : ۳۸) کہ ہم نے یہ نکاح کیا تاکہ مومن اپنے متبنّوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کو بُرا نہ سمجھیں۔

گویا اس بدرسم کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کا حضرت زینبؓ سے نکاح کیا۔ بعینہٖ اسی جگہ بھی اسی امر کو چُنا، تا ان کی اصلاح ہو اور یہ خیالاتِ فاسدہ ان کے دماغ سے نکل جائیں۔

۳۔ تیسری حکمت اس میں یہ تھی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو انکی اصلاح مقصود تھی اور تاریخ اسلامی سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کے ساتھ جسمانی رشتہ لڑکی کے خاندان کی اصلاح کا موجب ہوجاتا ہے جیسا کہ اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان اور سودہؓ بنت زمعہؓ کے آنحضرتؐ کے نکاح میں آجانے کی وجہ سے ان کے خاندان حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اس لئے خدا تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے یہی آخری حکم مرزا احمد بیگ وغیرہ کو دیا۔

مخالفین انبیاء کا شیوۂ تکذیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو اپنی تمام شروط کے ساتھ لفظاً لفظاً پوری ہوگئی، جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور ہم نے سلطان محمد کے بارے میں اس کی موت کی وجہ تاخیر علیحدہ اشتہار میں ایسے طور پر ثابت کردی ہے جس کے قبول کرنے سے کسی ایمان دار کو عذر نہیں ہوگا اور بے ایمان ہوچکا ہے سو کہے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ پوری ہوگئی جس سے کوئی دانشمند انکار نہیں کرسکتا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲)

نوٹ :۔ بعض اُن لوگوں کو جن کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا علم نہیں خاکسار پر طعن کیا ہے کہ گویا یہ دعویٰ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی خاکسار کی ایجاد ہے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ جس نے اس پاکٹ بک کی نقل کرکے ایک اشتہاری پاکٹ بک "ثنائی پاکٹ بک" کے نام سے شائع کی ہے اس کے صفحہ ۶۹ پر یہی اعتراض لکھا ہے حالانکہ یہ محض اس کی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ میرا دعویٰ نہیں۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے۔

(خادمؔ)

اہل بصیرت نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت وحقانیت کی ایک دلیل سمجھا۔ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے بیسیوں آدمی حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے مگر "عُلَمَآءُ هُمْ" اپنے شیوہ استہزاء وتمسخر سے باز نہ آئے۔

خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب: ۳۸) کہ جب زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی تو ہم نے آپ کے ساتھ آسمان پر نکاح پڑھ دیا۔

یہی لفظ زَوَّجْنٰكَهَا کا حضرت مسیح موعودؑ کو خداتعالیٰ نے محمدیؔ بیگم کے متعلق فرمایا۔ وہاں شرائط کے تحقق کے باعث حضرت زینبؓ کا نکاح ہوگیا۔ مگر پھر بھی مخالفین اس پر اعتراض کرنے سے باز نہ آئے اور آج تک اس کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں شرائط کے عدم تحقق کے باعث محمدی بیگم کا نکاح نہ ہوا، تو اس پر بھی مخالفین اعتراضات کرنے میں پیش پیش ہیں۔ غرضیکہ نکاح کا ہونا یا نہ ہونا باعث اعتراض نہیں بلکہ اس کا باعث درحقیقت وہ فطری بغض ہے جو روزِ ازل سے معاندین ومکذبین کے شامل رہا ہے۔

چنانچہ ہم محمدیؔ بیگم کے ساتھ متعلقہ پیشگوئی کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج ذیل کرکے اہل بصیرت حضرات سے اپیل کرتے ہیں، اگر وہ خدا کے لئے انصاف وخداترسی کے ساتھ اس پیشگوئی پر نظر ڈالیں گے تو ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ نہ صرف یہ کہ اس پیشگوئی پر مخالفین کی طرف سے جس قدر اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں، بلکہ یہ بھی کہ یہ پیشگوئی بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو بیان فرمایا تھا، پوری ہوئی۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

مخالف عُلماء کی غلط بیانیاں

مخالف علماء اس پیشگوئی پر اعتراض کرنے کے لئے ہمیشہ صداقت وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ محمدیؔ بیگم کے ساتھ میرا نکاح ہوجائیگا، اگر میرا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوجاؤں گا اور "بد سے بدتر ٹھہروں گا"۔ چونکہ مرزا صاحب کا نکاح محمدیؔ بیگم سے نہیں ہوا لہٰذا مرزا صاحب جھوٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

یہ وہ طریق ہے کہ جس سے وہ اس پیشگوئی کو پیش کرکے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا شاہد ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ افتراء اور دھوکا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسی طرح پیشگوئی فرمائی ہوتی تو غیراحمدی علماء کا اعتراض درست ہوتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مخالف علماء ہمیشہ اصل واقعات کو حذف کرکے بیحد تحریف کے ساتھ پیش کرکے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

☆

پیشگوئی کی غرض و غایت

اس پیشگوئی کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کی اصل غرض و غایت کو بیان کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ خود تحریر فرماتے ہیں:-

"اِنَّ اللّٰہَ رَأَی اَبْنَاءَ عَمِّیْ وَغَیْرَھُمْ مِنْ شُعُوْبِ اَبِیْ وَ اُمِّی الْمَغْمُوْرِیْنَ فِی الْمُھْلِکَاتِ وَالْمُسْتَغْرِقِیْنَ فِی السَّیِّاٰتِ مِنَ الرُّسُوْمِ الْقَبِیْحَۃِ وَالْعَقَائِدِ الْبَاطِلَۃِ وَالْبِدْعَاتِ وَرَاٰھُمْ مُنْقَادِیْنَ لِجَذَبَاتِ النَّفْسِ وَاسْتِیْفَاءِ الشَّھَوَاتِ وَالْمُنْکِرِیْنَ لِوُجُوْدِ اللّٰہِ وَمِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۶ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

کہ خدا تعالیٰ نے میرے چچیرے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں ... (احمد بیگ وغیرہ) کو مہلک خیالات و اعمال میں مبتلا۔ اور رسوم قبیحہ، عقاید باطلہ اور بدعات میں مستغرق پایا، اور انکو دیکھا کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے لحاظ سے پیروانِ جذبات و شہواتِ نفسانیہ ہیں۔ اور نیز یہ کہ وہ وجود خداوندی کے منکر اور فسادی ہیں۔"

اس کے آگے بیان تک فرمایا۔ وَکَانُوْا اَشَدَّ کُفْرًا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْمُنْکِرِیْنَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَقَدْرِہٖ مِنَ الدَّھْرِیِّیْنَ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۶) کہ وہ لوگ خدا اور رسولؐ کے پکے منکر اور قضا و قدر کے نہ ماننے والے بلکہ دہریہ تھے۔

اِن کی بے دینی اور دہریت کا پوری طرح علم مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں تحریر فرمایا ہے:-

فَاتَّفَقَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ اِنِّیْ کُنْتُ جَالِسًا فِیْ بَیْتِیْ اِذْ جَاءَنِیْ رَجُلٌ بَاکِیًا فَفَزِعْتُ مِنْ بُکَائِہٖ فَقُلْتُ اَجَاءَکَ نَعْیُ مَوْتٍ قَالَ بَلْ اَعْظَمُ مِنْہُ اِنِّیْ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَنْ دِیْنِ اللّٰہِ فَسَبَّ اَحَدُھُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ سَبًّا شَدِیْدًا غَلِیْظًا مَا سَمِعْتُ قَبْلَہٗ مِنْ فَمِ کَافِرٍ وَرَاَیْتُھُمْ اَنَّھُمْ یَجْعَلُوْنَ الْقُرْاٰنَ تَحْتَ اَقْدَامِھِمْ وَیَتَکَلَّمُوْنَ بِکَلِمَاتٍ یَرْتَعِدُ اللِّسَانُ مِنْ نَقْلِھَا۔ وَیَقُوْلُوْنَ اَنَّ وُجُوْدَ الْبَارِیْ لَیْسَ بِشَیْءٍ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ فِی الْعَالَمِ اِنْ ھُوَ اِلَّا کِذْبُ الْمُفْتَرِیْنَ قُلْتُ اَوَلَمْ حَذَّرْتُکَ مِنْ مَجَالِسَتِھِمْ فَاتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَقْعُدْ مَعَھُمْ وَکُنْ مِنَ التَّائِبِیْنَ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۸)

یعنی ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص میرے پاس روتا ہوا آیا، مَیں اس کے رونے کو دیکھ کر خائف ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم کو کسی کے مرنے کی اطلاع ملی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ! مَیں ان لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو دین خداوندی سے مُرتد ہو چکے، پس ان میں سے ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت گندی گالی دی، ایسی گالی کہ اس سے پہلے مَیں نے کسی کافر کے

منہ سے بھی نہیں سنی تھی اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قرآن مجید کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتے ہیں اور ایسے کلمات بولتے ہیں کہ زبان بھی ان کو نقل کرنے سے گندی ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا کا وجود کوئی چیز نہیں اور یہ کہ دُنیا میں کوئی معبود نہیں، یہ صرف ایک جھوٹ ہے جو مفتریوں نے بولا۔ میں نے اسے کہا کہ کیا میں نے تمہیں ان کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ پس خدا سے ڈرو اور آئندہ ان کے پاس کبھی نہ بیٹھا کرو اور توبہ کرو۔

وَکَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ (قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ) اَنَّ الْقُرْاٰنَ مِنْ مُفْتَرَیَاتِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَکَانُوْا مِنَ الْمُرْتَدِّیْنَ۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۸)
کہ وہ خدا اور رسولؐ پر تمسخر کرتے اور کہتے تھے کہ قرآن نعوذ باللہ آنحضرتؐ کا افتراء ہے اور وہ مُرتد تھے۔

غرضیکہ اُن لوگوں کی یہ کیفیت تھی جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ ایسے لوگوں کے لئے جو خدا کی ہستی ہی کے سرے سے منکر تھے۔ ایسا دعویٰ اور زیادہ استہزاء اور تمسخر کا محرک ہوا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نہایت بے باکی اور شرارت کے ساتھ سلوک کرنا شروع کیا اور کہا۔ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَۃٍ اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۵)
کہ اگر (مرزا صاحبؑ) سچا ہے تو کوئی نشان ہمیں دکھائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ فَکَتَبُوْا کِتَابًا کَانَ فِیْہِ سَبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَبُّ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِنْکَارُ وُجُوْدِ الْبَارِیْ عَزَّ اِسْمُہٗ وَمَعَ ذٰلِکَ طَلَبُوْا فِیْہِ اٰیَاتِ صِدْقِیْ مِنِّیْ وَاٰیَاتِ وُجُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَرْسَلُوْا کِتَابَھُمْ فِی الْاٰفَاقِ وَالْاَقْطَارِ وَاَعَانُوْا بِھَا کَفَرَۃَ الْھِنْدِ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۶)

انہوں نے ایک خط لکھا جس میں آنحضرتؐ اور قرآن مجید کو گالیاں دی ہوئی تھیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے لیے نشان طلب کیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنا یہ خط آفاق و اقطار میں شائع کیا اور ہندوستان کے دوسرے غیر مسلموں (عیسائیوں) نے اس میں انکی بہت مدد کی اور انہوں نے انتہائی سرکشی کی۔

یہ خط اخبار چشمۂ نور اگست ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا۔

اُن کی اس انتہائی شوخی اور مطالبہ نشان پر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے دُعا فرمائی جس کا ذکر حضور نے آئینہ کمالات اسلام کے ص۵۶۹ پر بدیں الفاظ شروع فرمایا:

وَقُلْتُ یَا رَبِّ۔ یَا رَبِّ انْصُرْ عَبْدَکَ وَاخْذُلْ اَعْدَاءَکَ۔ الخ کہ میں نے کہا اے میرے خُدا! اے میرے خدا!! اپنے بندے کی مدد فرما اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کر۔

اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضورؑ کو الہاماً وہ نشان دیا گیا جس کے لئے وہ لوگ اس قدر بے تاب ہو رہے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ عِصْیَانَھُمْ وَطُغْیَانَھُمْ فَسَوْفَ اَضْرِبُھُمْ بِاَنْوَاعِ الْاٰفَاتِ اُبِیْدُھُمْ مِنْ تَحْتِ السَّمٰوٰتِ وَسَتَنْظُرُ مَا اَفْعَلُ بِھِمْ وَکُنَّا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَادِرِیْنَ۔ اِنِّیْ اَجْعَلُ

نِسَاءَهُمْ أَرَامِلَ وَأَبْنَاءَهُمْ يَتَامٰى وَبُيُوتَهُمْ خَرِبَةً لِيَذُوْقُوْا طَعْمَ مَا قَالُوْا وَمَا كَسَبُوْا وَلٰكِنْ لَا أُهْلِكُهُمْ دَفْعَةً وَّاحِدَةً بَلْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ وَيَكُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِيْنَ۔ إِنَّ لَعْنَتِيْ نَازِلَةٌ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى جُدْرَانِ بُيُوْتِهِمْ وَعَلٰى صَغِيْرِهِمْ وَكَبِيْرِهِمْ وَنِسَآءِهِمْ وَرِجَالِهِمْ وَنَزِيْلِهِمُ الَّذِيْ دَخَلَ أَبْوَابَهُمْ وَكُلُّهُمْ كَانُوْا مَلْعُوْنِيْنَ۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

کہ میں نے انکی بدکاری اور سرکشی دیکھی پس میں عنقریب انکو مختلف قسم کی آفات سے ماروں گا اور ان کو زیر آسمان ہلاک کروں گا۔ اور عنقریب تو دیکھے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ اور ہم ہر ایک چیز پر قادر ہیں۔ میں ان کی عورتوں کو بیوائیں، انکے بچوں کو یتیم اور انکے گھروں کو ویران کر دونگا تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں۔ لیکن میں انکو یکدم ہلاک نہیں کرونگا بلکہ آہستہ آہستہ تاکہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور میری لعنت ان پر اور ان کے گھر کی چار دیواری پر اور ان کے بڑوں اور ان کے چھوٹوں پر اور ان کی عورتوں اور ان کے مردوں پر اور ان کے مہمانوں پر جو ان کے گھروں میں اُتریں نازل ہونے والی ہے اور وہ سب کے سب ملعون ہوں گے۔

پیشگوئی کی مزید تفصیل

مندرجہ بالا عبارت میں صاف طور پر بتایا گیا تھا کہ خدا ان کی عورتوں کو بیوائیں اور ان کے بچوں کو یتیم کر دے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی توبہ اور رجوع کی شرط بھی مذکور ہے کہ خدا تعالےٰ انکو یکدم ہلاک نہیں کریگا تا کہ اگر وہ توبہ کریں تو بچ جائیں۔

اُن عورتوں کو بیوائیں اور بچوں کے یتیم بننے کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ اگر مرزا احمد بیگ اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا رشتہ حضرت مسیح موعود سے کر دے تو وہ اور اس کا خاندان اسی طرح روحانی برکات سے حصہ پائیگا جس طرح اُمّ حبیبہؓ بنت ابوسفیان اور سودہؓ بنت زمعہ نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ کر اپنے قبیلہ اور خاندان کو پہنچایا۔ (کہ انکے خاندان اور قبیلے ان کے نکاحوں کے باعث اسلام میں داخل ہو گئے)۔

الہام الٰہی نے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ وہ اپنی اندرونی حالت (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے باعث ہرگز یہ رشتہ نہیں کریگا اور اس صورت میں جس دن وہ کسی اَور شخص سے اس کا نکاح کر دیگا اس کے بعد تین سال کے عرصہ میں اور جس شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا وہ اڑھائی (۲ ½) سال کے عرصہ میں ہلاک ہو جائیگا اور لڑکی بیوہ ہونے کے بعد نکاح میں آئے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دُختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور انکو کہدے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اس شرط سے

کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤگے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اُس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روزِ نکاح سے اڑہائی سال تک اور والد اُس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۶)

الہام الٰہی نے ساتھ ہی ایک اور بات بتادی کہ اوّل مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح ضرور کسی دوسری جگہ کردیگا۔ چنانچہ اس کے لئے الہامات یہ ہیں:-

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ ۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۶)

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر و استہزاء کیا۔ خدا تعالیٰ انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا۔

یہ دونوں الہامات بتا رہے ہیں کہ لڑکی کا رشتہ ضرور کسی دوسری جگہ ہوجائیگا۔ وہ لوگ اس نشان الٰہی کی تکذیب کرینگے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کردیں گے۔ دوسرا الہام تو صریح طور پر بتا رہا ہے کہ نکاح ضرور دوسری جگہ ہوگا۔ "واپس لانا" (يَرُدُّهَا) کا لفظ اس پر صریح نص ہے۔ اس کے ساتھ دوسری بات یہ بھی بتادی گئی کہ احمد بیگ اور اس کے داماد وغیرہ کی ہلاکت توبہ اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں ہوگی۔

لَا اُهْلِكُهُمْ دَفْعَةً وَّاحِدَةً بَلْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ وَيَكُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِيْنَ۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۶) کہ میں ان کو یکدم ہلاک نہ کروں گا، بلکہ آہستہ آہستہ تاکہ وہ رجوع کرلیں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔

۲- اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہانتک کہ وہ نابود ہوجائیں گے، انکے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور انکی دیواروں پر غضب نازل ہوگا، لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مارچ ۱۸۸۶ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

دونوں عبارتیں بالکل واضح ہیں اور کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف طور پر ان میں توبہ کی شرط مذکور ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں پر (جن کی ہلاکت کی پیشگوئی تھی) اگر وہ توبہ نہ کریں اور رجوع نہ لائیں گے تو عذاب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ ان پر رجوع کریگا۔

۳- تیسرا ثبوت اس امر کا کہ پیشگوئی میں توبہ کی شرط مذکور تھی حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل الہامات ہیں جو حضور نے اس پیشگوئی کے متعلق شائع فرمائے۔

رَاَيْتُ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ وَاَثَرُ الْبُكَاءِ عَلٰى وَجْهِهَا فَقُلْتُ اَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ وَالْمُصِيْبَةُ نَازِلَةٌ عَلَيْكِ۔ يَمُوْتُ وَيَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ

مُتَعَدِّدَۃٌ۔ (اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء حاشیہ و تبلیغ رسالت جلد ا ص۱۲۰) کہ میں نے اس عورت (محمدی بیگم کی نانی) کو (کشفی حالت میں) دیکھا اور رونے کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر تھے۔ پس میں نے اس سے کہا کہ اے عورت توبہ کر! توبہ کر! کیونکہ بلا تیری اولاد پر ہے اور مصیبت تجھ پر نازل ہونے والی ہے ایک مرد مر جائے گا اور اس کی طرف کتے باقی رہ جائیں گے۔

ان الہامات میں تُوْبِيْ تُوْبِيْ کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ وہ مصیبت جو اس خاندان پر آنے والی تھی وہ توبہ سے ٹل سکتی تھی اور تُوْبِيْ تُوْبِيْ میں محمدی بیگم کی نانی کو مخاطب کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ اس انذاری پیشگوئی میں "توبہ" کا دروازہ بہت وسیع ہے۔ کبیرہ گناہوں کو چھوڑ کر جو دوسرے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، ان کے لئے ایک آدمی کی دُعا سے دوسرے کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ التحیات میں یہ دُعا سکھائی گئی ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ کہ اے ہمارے ربّ! مجھے اور میرے والدین کو بخش۔

اسی طرح سے اپنی ذریّت کے لیے بھی دُعا سکھلائی گئی۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ کہ اے اللہ! مجھے اور میری ذُرّیت (اولاد) کو بھی نماز کا قائم کرنیوالا بنا۔

غرضیکہ تُوْبِيْ تُوْبِيْ میں محمدی بیگم کی نانی کو مخاطب کرکے بتایا گیا ہے کہ اس پیشگوئی میں جو توبہ کی شرط لگائی گئی ہے تو اس کے لیئے دروازہ بہت کھلا ہے یہانتک کہ "نانی" کی دُعا اور استغفار سے ہی اس کی مصیبت ٹل سکتی ہے چہ جائیکہ وہ خود توبہ اور استغفار کریں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل پیشگوئی یہ نہ تھی کہ "محمدی بیگم میرے نکاح میں آجائیگی" بلکہ پیشگوئی یہ تھی کہ احمد بیگ اور سلطان محمد اگر توبہ نہ کرینگے (دیکھو مندرجہ بالا اقتباس نمبر۲- از اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) تو تین اور اڑھائی سال کے عرصہ میں ہلاک ہو جائیں گے اور انکی ہلاکت کے بعد محمدی بیگم "بیوہ ہوکر" حضرتؑ کے نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اسی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں صاف طور پر تحریر فرما دیا ہے:۔

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دیگا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائیگا اور وہ جو اس سے نکاح کریگا روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہو جائیگا اور آخر وہ عورت میرے نکاح میں آئے گی۔"

۲۔ اس سے بھی واضح حوالہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمدی بیگم کا حضرتؑ کے نکاح میں آنا احمد بیگ اور سلطان محمد دونوں کی موت پر موقوف تھا، یہ ہے:۔

يَمُوْتُ بَعْلُهَا وَاَبُوْهَا اِلٰى ثَلَاثِ سَنَةٍ مِّنْ يَّوْمِ النِّكَاحِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكَ بَعْدَ مَوْتِهِمَا (کرامات الصادقین آخری ٹائیٹل پیج) کہ اس کا خاوند اور باپ یومِ نکاح سے تین سال کے عرصہ میں مر جائیں گے اور ان دونوں کی موت کے بعد ہم اس عورت کو تیری طرف واپس لائیں گے۔

۴۔ اس سے بھی واضح حوالہ جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ نکاح کی پیشگوئی اصل پیشگوئی نہ تھی، بلکہ اصل پیشگوئی احمد بیگ اور سلطان محمد کی ہلاکت تھی، یہ ہے :۔

كَانَ اَصْلُ الْمَقْصُوْدِ الْاِهْلَاكَ وَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ هُوَ الْمِلَاكُ وَاَمَّا تَزْوِيْجُهَا اِيَّايَ بَعْدَ اِهْلَاكِ الْهَالِكِيْنَ وَ الْهَالِكَاتِ فَهُوَ لِاِعْظَامِ الْاٰيَةِ فِيْ عَيْنِ الْمَخْلُوْقَاتِ

(انجام آتھم ص۲۱۶) کہ میری پیشگوئی کا اصل مقصد تو (ان دونوں) کا ہلاک کرنا تھا اور اس عورت کا میرے نکاح میں آنا انکی موت کے بعد ہے، اور وہ بھی محض نشان کی عظمت کو لوگوں کی نظر میں بڑھانے کے لئے نہ کہ اصل مقصود۔

غرضیکہ یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل پیشگوئی یہ تھی کہ مرزا سلطان محمد اور احمد بیگ "اگر توبہ نہ کریں گے" "تو تین سال کے عرصہ میں فوت ہو جائیں گے اور" انکی وفات کے بعد" محمدی بیگم حضرت کے نکاح میں آئے گی۔

یہاں پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بتایا کہ احمد بیگ اور سلطان محمد اگر توبہ نہ کریں گے تو تین برس کے عرصہ میں ہلاک ہوں گے جب خدا نے توبہ کی شرط لگا دی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس شرط سے فائدہ اُٹھائیں گے یا نہیں ؟ اور اگر اُٹھائیں گے تو کس حد تک ؟ کیونکہ خدا تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اس کو تو معلوم تھا کہ احمد بیگ اور سلطان محمد توبہ کی شرط سے فائدہ اُٹھائیں گے یا نہیں ؟

تو اس سوال کا جواب تُوْبِيْ تُوْبِيْ والے الہام کے ساتھ ہی اگلے الفاظ میں دیا ہے۔ فرمایا :۔

تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ وَالْمُصِيْبَةُ نَازِلَةٌ عَلَيْكِ يَمُوْتُ وَ يَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ۔

(تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی۔ حاشیہ اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء و تبلیغ رسالت ص۱۲۳ جلد ۱ حاشیہ)۔

یعنی اے عورت! توبہ کر، توبہ کر، تجھ پر اور تیری لڑکی کی لڑکی پر عذاب نازل ہونے والا ہے (ان دونوں مردوں میں سے احمد بیگ اور سلطان محمد میں سے) ایک مرد ہی مریگا (یعنی وہ توبہ نہیں کرے گا لیکن دوسرا توبہ کرکے شرط سے فائدہ اُٹھائیگا اور نہیں مرے گا) (اور اس طرح سے عورت بیوہ نہ ہوگی نہ ہی نکاح ہوگا) اور کُتّے بھونکتے رہ جائیں گے "کہ کیوں نکاح نہیں ہوا۔ یعنی بے وجہ اعتراض کرتے رہیں گے۔

اس الہام میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ احمد بیگ اور سلطان محمد میں سے ایک شخص توبہ کی شرط سے فائدہ نہیں اُٹھائے گا اور اس کی موت ہوگی اور دوسرا شخص اس شرط سے فائدہ اٹھا کر بچ جائے گا۔

"یَمُوْتُ" واحد مضارع مذکر کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ایک مرد مرے گا"۔ خادمؔ

اب ہم مندرجہ بالا بحث میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ در حقیقت حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی یہ تھی۔

۱-احمد بیگ ضرور اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کردیگا۔ (یَرُدُّھَا اِلَیْکَ)۔

۲. نکاح کرنے کے بعد" اگر توبہ نہ کریں گے" تو تین سال کے عرصہ میں احمد بیگ اور اس کا داماد مرجائیگے اور اندریں صورت لڑکی بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی"۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء وضمیمہ ریاض ہند ۱ تا ۔ مارچ ۱۸۸۶ء)

۳-توبہ کی شرط سے دونوں میں سے ایک فائدہ نہیں اُٹھاتے اور مرجائیگا۔ (یَمُوْتُ)

۴-دوسرا شخص اس شرط سے فائدہ اٹھائیگا اور توبہ کرکے بچ جاتے گا (یَمُوْتُ) کیونکہ دونوں میں سے ایک نے مرنا ہے۔

۵-لڑکی بیوہ نہ ہوگی۔ (نتیجہ شق چہارم)

۶-اس وجہ سے نکاح نہ ہوگا (کیونکہ نکاح بیوہ ہونیکے بعد ہی ہونا تھا۔ (انجام آتھم ص۲۱۶)

۷-اور وہ لوگ جو ہر حالت میں زبان نکالنے کے عادی ہیں (جنکو قرآن کریم نے اعراف ع۲۲ میں یَلْھَثْ کے لفظ سے یاد کیا ہے) وہ اس پر اعتراض کرتے رہیں گے۔ (یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ)۔

پیشگوئی پوری ہوگئی

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ بالا امور پر مشتمل تھی۔ آؤ اب ذرا واقعات پر نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا خدا کے مسیح موعود کی بیان فرمودہ باتیں پوری ہوئیں یا نہ؟ واقعات نے بتا دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس طرح پیشگوئی کی تھی، حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی:-

۱-احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح ۷ ر اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد سے کردیا۔

۲-احمد بیگ نے توبہ کی شرط سے فائدہ نہ اُٹھایا اور روز نکاح سے پانچ مہینے اور ۲۴ دن بعد یعنی ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہوگیا۔ اور یَمُوْتُ والے الہام کا ایک پہلو پورا ہوگیا۔

۳-سلطان محمد نے "توبہ" کی شرط سے پیشگوئی کے مطابق فائدہ اُٹھایا اور توبہ کرکے بچ گیا (یَمُوْتُ دوسرا پہلو بھی پورا ہوگیا)۔

۴-چونکہ سلطان محمد توبہ کی شرط سے فائدہ اُٹھا کر بچ گیا اس لئے محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی۔

۵-چونکہ بیوہ نہ ہوئی اس لئے نکاح بھی نہ ہوا (کیونکہ نکاح بیوہ ہونے کے بعد ہونا تھا) (انجام آتھم ص۲۱۶)

۶-معترضین آج تک اعتراض کرتے اور اپنی مخصوص ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے اور خود بخود یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ والے الہام کو پورا کرتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طریق سے پیشگوئی فرمائی تھی، بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی ہم بیان کرچکے ہیں کہ پیشگوئی میں "توبہ" کی شرط تھی، محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا تین سال میں سلطان محمد اور احمد بیگ کی موت پر موقوف تھا اور ان دونوں کا تین سال میں مرنا ان کے توبہ نہ کرنے پر موقوف تھا

سلطان محمد نے "توبہ" کی، وہ تین سال میں نہ مرا۔ محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی، لہٰذا نکاح نہ ہو۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔

ہمارے تمام بیان کا انحصار صرف دو باتوں پر ہے :۔

۱۔ پیشگوئی میں توبہ کی شرط موجود تھی۔

۲۔ سلطان محمد نے "توبہ" کی شرط سے فائدہ اُٹھایا۔

اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہوں تو پھر کسی منصف مزاج اور حق پسند انسان کو اس پیشگوئی پر کوئی معمولی سے معمولی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جاتے کہ محمدی بیگم کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ سے صرف اس صورت میں ہونا تھا کہ سلطان محمد توبہ نہ کرے اور تین سال میں مر جاتے اور پھر یہ بھی ثابت کر دیا جائے کہ سلطان محمد نے فی الواقعہ توبہ کی اور اس وجہ سے تین سال میں مرنے سے بچ گیا تو بات بالکل صاف ہوتی ہے۔ سو اس بات کا ثبوت کہ اصل پیشگوئی میں توبہ کی شرط موجود تھی ہم پچھلے صفحات میں تفصیلاً آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۹ و اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء و الہام تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ درج کرکے دے آئے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کی دو اور تحریریں درج کرتے ہیں:۔

۱۔ مَا کَانَ اِلْہَامٌ فِیْ ھٰذِہِ الْمُقَدَّمَۃِ اِلَّا وَکَانَ مَعَہٗ شَرْطٌ (انجام آتھم ص۲۲۳) کہ اس پیشگوئی کے متعلق مجھے ایک بھی ایسا الہام نہیں ہوا کہ جس میں شرط مذکور نہ ہو۔

۲۔ اور بعض نادان کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور وہ نہیں سمجھتے کہ یہ پیشگوئی شرطی تھی اور اس میں خدا تعالیٰ کی وحی اس کی منکوحہ کی نانی کو مخاطب کرکے یہ تھی تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ۔ یعنی اے عورت توبہ کر، توبہ کر! کہ تیری لڑکی کی لڑکی پر بلا آنے والی ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۷)

سُلطان محمد کی توبہ کا ثبوت

اب صرف اس امر کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ باقی رہا کہ مرزا سلطان محمد نے توبہ کی اور فی الواقعہ پیشگوئی کی اس شرط سے فائدہ اُٹھایا؟ سو یاد رہے کہ اس کی توبہ کے پانچ ثبوت ہیں :۔

۱۔ سب سے پہلا ثبوت اس امر کا کہ سلطان محمد نے توبہ کی فطرتِ انسانی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دو انسانوں کے متعلق ایک ہی حالت میں سے گزرنے کی پیشگوئی ہو اور ان دونوں میں سے ایک پر بعینہٖ پیشگوئی کے مطابق حالت طاری ہو جاتے تو دوسرے کو بھی یقین ہو جائیگا کہ میری بھی یہی کیفیت ہونے والی ہے۔ زید اگر عمرؔ اور بکرؔ سے یہ کہے کہ تم دونوں دو گھنٹہ کے اندر کوئیں میں گر کر مر جاؤ گے۔ اب اگر ایک ہی گھنٹہ بعد عمرؔ واقعی کوئیں میں گر کر مر جائے تو طبعاً و فطرتاً بکرؔ کو اپنی موت کا یقین ہو جائیگا۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمد بیگ اور سلطان محمد دونوں کی موت کی پیشگوئی کی تھی، اور احمد بیگ عین میعاد مقررہ کے اندر حسب پیشگوئی مر گیا تو سلطان محمد پر خوف طاری ہونا اور اس کا

توبہ واستغفار کی طرف رجوع کرنا یقینی اور لازمی امر تھا چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :۔

(الف) "سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیشگوئی کا ایک جزو تھی دوسری جزو والے کا کیا حال ہوا ہوگا ؟ گویا وہ جیتا ہی مرگیا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے، جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ اور استغفار کا حال لکھا تھا اور ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔" (اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء ص۳)

(ب) "اور جب احمد بیگ فوت ہوگیا تو اس کی بیوہ عورت اور دیگر پس ماندگان کی کمر ٹوٹ گئی۔ وہ دُعا اور تضرع کی طرف بہ دل متوجہ ہوگئے ! جیسا کہ سُنا گیا ہے کہ اب تک احمد بیگ کے داماد کی والدہ کا کلیجہ اپنے حال پر نہیں آیا۔ سو خدا دیکھتا ہے کہ وہ شوخیوں میں کب آگے قدم رکھتے ہیں۔ پس اسی وقت وعدہ اس کا پورا ہوگا۔" (حجۃ اللہ ص۱۱ مطبوعہ ۲۶ مئی ۱۸۹۷ء)

۲۔ سلطان محمد کی توبہ کا دوسرا ثبوت اس کا مندرجہ ذیل تحریری اور دستخطی بیان ہے۔

انبالہ چھاؤنی۔ ۲۰/۳/۱۳

برادرم سلمہٗ !

نوازشنامہ آپ کا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ مَیں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ، اسلام کا خدمتگذار، شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مُریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے، بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔

نیاز مند سلطان محمد از انبالہ

رسالہ نمبر ۹ "

(ان کا اصل خط عکسی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مندرجہ بالا الفاظ اگر کسی عام آدمی نے لکھے ہوں، تو کوئی اہم بات نہ ہو مگر سلطان محمد جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موت اور اس کی بیوہ کے اپنے نکاح میں آنے کی پیشگوئی کی تھی اور اپنی متعدد کتب واشتہارات میں اس کا ذکر بھی فرمایا تھا، اس کو تو حضرت مسیح موعودؑ سے طبعاً انتہائی دشمنی اور عناد ہونا چاہیئے تھا۔ علاوہ ازیں حضرت اقدسؑ بار بار تحریر فرما رہے تھے کہ سلطان محمد نے توبہ کی ہے اور وہ خود تو اس امر کو جانتا تھا کہ اس نے توبہ کی ہے یا نہیں ؟ اگر فی الواقعہ اس نے توبہ نہ کی تھی تو وہ جانتا تھا کہ حضرت صاحب نعوذ باللہ سچ نہیں فرما رہے تو ایسے شخص کے قلم سے یہ نکلنا کہ مَیں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ" وغیرہ سمجھتا ہوں، اگر معجزہ نہیں تو اَور کیا ہے ؟

۳۔ تیسرا ثبوت سلطان محمد کی توبہ کرنے کا اس کا اپنا بیان ہے۔

"میرے خسر جناب مرزا احمد بیگ صاحب واقع میں عین پیشگوئی کے مطابق

انبالہ چھاونی
3/ [illegible]

برادرم سلمہ

السلام علیکم ۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا یادآوری کا

مشکور ہوں میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو

نیک ۔ بزرگ اسلام کا خدمتگذار شریف النفس

خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کرتا

ہوں ۔ مجھی ان کے مریدوں سے کسی قسم کی

مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ

چند ایک امورات کی وجہ کر انکے زندگی

میں انکا شرف حاصل نہ کر سکا

نیازمند سلطان محمد از انبالہ

رسالہ نمبر 9

فوت ہوئے، مگر خدا تعالیٰ غفور الرحیم بھی ہے، اپنے دوسرے بندوں کی بھی سُنتا اور رحم کرتا ہے...... میں ایمان سے کہتا ہوں کہ یہ نکاح والی پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے بھی شک وشبہ کا باعث نہیں ہوئی۔ باقی رہی بیعت کی بات، سو میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحبؑ پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہوگا...... باقی میرے دل کی حالت کا اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا، تا میں کسی طرح مرزا صاحبؑ پر نالش کروں۔ اگر میں وہ روپیہ لے لیتا تو امیر کبیر بن سکتا تھا۔ مگر وہی ایمان اور اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔" (الفضل ۹/۱۳ جون ۱۹۲۱ء)

۴۔ چوتھا ثبوت سلطان محمد صاحب کی توبہ کا وہ تحریری بیان ہے جو انکے صاحبزادہ برادرم محمد اسحٰق بیگ صاحب نے اخبار الفضل میں شائع کرایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

پیشتر اس کے کہ میں اپنا اصل مدعا ظاہر کروں، یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ واللہ میں کسی لالچ یا دنیوی غرض یا کسی دباؤ کے ماتحت جماعت احمدیہ میں داخل نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ایک لمبے عرصہ کی تحقیق حق کے بعد اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے ہر دعویٰ میں صادق اور مامور من اللہ ہیں۔ اور اپنے قول وفعل میں ایسے صادق ثابت ہوتے ہیں کہ کسی حق شناس کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تمام پیشگوئیاں ٹھیک ٹھیک پوری ہوئیں۔ یہ الگ سوال ہے کہ بعض لوگ تعصب یا نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض پیشگوئیوں کو پیش کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً ان میں سے ایک پیشگوئی مرزا احمد بیگ صاحب وغیرہ کے متعلق ہے اس پیشگوئی کو ہر جگہ پیش کر کے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کا پورا ہونا ثابت کرو۔ حالانکہ وہ بھی صفائی کے ساتھ پوری ہو گئی۔ میں اس پیشگوئی کے متعلق ذکر کرنے سے پیشتر یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی تھی اور ایسی انذاری پیشگوئیاں خدا تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس لیے کرایا کرتا ہے کہ جن کے متعلق ہوں ان کی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا کہ ہم انبیاء کو نشانات اس لئے دیتے ہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصل بیان فرما دیا ہے کہ ایسی انذاری پیشگوئیاں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہیں۔ جب وہ قوم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاتے اور اپنی حالت

کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا معلق عذاب بھی ٹال دیتا ہے، جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ نیز حضرت موسیٰ کی قوم کے حالات وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں انذاری پیشگوئی کا لفظی طور پر پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔
یہی نقشہ یہاں نظر آتا ہے کہ جب مرزا صاحبؑ کی قوم اور رشتہ داروں نے گستاخی کی، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی ہستی سے انکار کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پاک ہتک کی اور اشتہار دے دیا کہ ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے مامور کے ذریعہ پیشگوئی فرمائی۔ اس پیشگوئی کے مطابق میرے نانا جان مرزا احمد بیگ صاحب ہلاک ہو گئے، اور باقی خاندان ڈر کر اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس کا ناقابلِ تردید ثبوت یہ ہے کہ اکثر نے احمدیت قبول کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ غفور الرحیم کے ماتحت قہر کو رحم میں بدل دیا۔
مَیں پھر زور دار الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔
مَیں اُن لوگوں سے جن کو احمدیت قبول کرنے میں یہ پیشگوئی حائل ہے عرض کرتا ہوں کہ وہ مسیح الزمان پر ایمان لے آئیں۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اور ان کا انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی درست فرمایا ہے ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

خاکسار مرزا محمد اسحٰق بیگ، پٹی ضلع لاہور۔ حال وارد چک ۱۶۵ ۲ بی"

(منقول از الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۹)

۵۔ پانچواں ثبوت مرزا سلطان محمد صاحب کی توبہ کا وہ چیلنج ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معترض علماء کو دیا۔ فرمایا:۔
"فیصلہ تو آسان ہے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو احمد بیگ کے داماد سلطان محمد سے کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے، اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو مَیں جھوٹا ہوں۔"
اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک وہ گھڑی نہ آجائے کہ اسکو بے باک کر دے

سو اگر جلدی کرتا ہے تو اُٹھو اور اس کو بے باک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔" (انجام آتھم حاشیہ صـ۳۲)

اِس اعلان کو شائع ہوتے پچاس سال گزر گئے اور حضرت مسیح موعودؑ اس اعلان کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے مگر کوئی مخالف مولوی مرزا سلطان محمد سے تکذیب کا اشتہار نہ دلا سکا۔

پس مندرجہ بالا پانچ دلائل سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ مرزا سلطان محمد نے پیشگوئی کے مطابق توبہ کی اور اس وجہ سے تین سالہ میعاد کے اندر فوت نہ ہوتے، محمدی بیگم بیوہ نہ ہوئی اور اس لیے نکاح نہ ہوا۔ (از افادات الشرط فات الشروط)

اور ان سب امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ "کلاب متعددہ" نے مختلف مواقع پر اپنی بدگوئی کی عادت کے مطابق حضرت اقدسؑ کی اس پیشگوئی پر تمسخر اور استہزاء کیا اور حضورؑ کی یہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بے شک ازالہ اوہام اور اپنی دوسری کتابوں میں زور دیا ہے کہ میرا نکاح محمدی بیگم سے ہو جائیگا اور بڑی متحدیانہ عبارتیں تحریر فرمائی ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ نکاح کب ہوگا؟ ظاہر ہے کہ جب سلطان محمد کی موت پر وہ بیوہ ہو جائے گی۔ سلطان محمد کی توبہ کب ہوگی؟ "اگر وہ توبہ کریگا"۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر عبارت جو مخالف مولوی پیش کرتے ہیں درست ہے اور ہمیں مسلّم ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پیشگوئی کے بعد اگر سلطان محمد توبہ نہ کرتا اور پھر بھی زندہ رہتا اور نکاح نہ ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر یہاں تو نکاح سلطان محمد کی عدم توبہ کے ساتھ مشروط تھا۔ اس لیے جس قدر عبارات نکاح کے متعلق ہیں وہ بھی سلطان محمد کے توبہ نہ کرنے کیساتھ مشروط ہیں۔

بیعت کیوں نہ کی؟

بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ سلطان محمد نے توبہ کر لی تو کیا ہوا۔ بات تو جب تھی کہ وہ بیعت کر لیتا۔ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء سے لیکر ۱۸۸۸ء تک مکمل ہوئی اور توبہ کی شرط بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں ہے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نہ تو نبی ہونے کا تھا، نہ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا، نہ ہی آپ اُس وقت بیعت لیتے تھے۔ بلکہ جو شخص بیعت کرنے آتا حضورؑ "لَسْتُ بِمَأْمُوْرٍ" (کہ میں مامور نہیں ہوں) کہہ کر انکار کر دیتے تھے (بیعت ۱۸۸۹ء میں ہوئی) نہ اس زمانہ میں احمدی غیر احمدی کا سوال تھا۔ کیونکہ حضورؑ نے اپنی جماعت کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" ۱۹۰۱ء میں رکھا۔ پس توبہ کی شرط سے مراد ہرگز ہرگز "بیعت" یا نبوت، مسیحیت و مہدویت کا اقرار یا احمدی ہونا نہ تھا۔ اس زمانے میں حضرت کا دعویٰ صرف اسقدر تھا کہ "میں اسلام کا خدمتگذار ہوں" (آئینہ کمالاتِ اسلام صـ۲۸۶) اور اسی بات کا احمد بیگ و سلطان محمد کو انکار تھا۔ اب سلطان محمد کے خط کو دیکھ لو، اس میں اس نے حضرت کو "اسلام کا خدمتگذار" تسلیم کیا ہے۔ نیز "خدا یاد" کہہ کر خدا کی ہستی کا بھی اقرار کر لیا ہے اور "شریف النفس" کہہ کر تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی ہرگز ہرگز نفسانیت

کے جوش کے ماتحت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا جس کی تکمیل میں حضرت نے اس کو شائع کیا۔ پس اگر سلطان محمد کو اس پیشگوئی کی صداقت میں ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ کو "اسلام کا خدمتگذار" اور "شریف النفس" اور "خدا یاد" نہ کہتا۔ پس جس جس چیز کا پیشگوئی کی اشاعت کے وقت ان لوگوں کو انکار تھا، بعینہٖ انہی امور کا اقرار اس خط میں موجود ہے۔ پس سلطان محمد نے مکمل توبہ کی ہے۔ بیعت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تقدیر مُبرم

حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم میں نکاح کو "تقدیر مُبرم" قرار دیا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی رُو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر بعض حالات اور شرائط کے ساتھ مشروط ہونے کی صورت میں تقدیر مُبرم بنتی ہے اور جب تک وہ شرط یا شرائط پوری نہ ہوں اس وقت تک اس تقدیر کے "قطعی مُبرم" ہونے کا تحقق نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ آتھم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

۱: "اب آتھم صاحب قسم کھا لیویں تو وعدہ ایکسال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مُبرم ہے۔" (ضیاء الحق ص۱۱)

گویا آتھم کی موت تقدیر مبرم اس صورت میں ہوگی جبکہ وہ قسم کھائیگا۔ قسم نہ کھانے کی صورت میں تقدیر مُبرم نہ ہوگی پس جس طرح اس "تقدیر مُبرم" کے ساتھ "قسم کھانے" کی شرط ہے اسی طرح محمدی بیگم کے نکاح میں سلطان محمد کی عدم توبہ کی شرط ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔

۲۔ تقدیر مبرم کا دُعا اور صدقہ سے ٹل جانا احادیث نبویہؐ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے اَكْثِرْ مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ (کنز العمال جلد۱ ص۱۶۱ کتب الصواب) نیز دیکھو جامع الصغیر للسیوطی مصری جلد۱ ص۵۲ باب الالف) کہ کثرت سے دُعا کرو، کیونکہ دُعا تقدیر مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

۳۔ رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتَدْفَعُ الْبَلَاءَ الْمُبْرَمَ النَّازِلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ (روض الریاحین۔ برحاشیہ قصص الانبیاء ص۳۶۳)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ صدقہ بلاء مبرم کو بھی جو آسمان سے نازل ہونے والی ہو روک دیتا ہے۔

۴۔ اَلدُّعَاءُ جُنْدٌ مِنْ اَجْنَادِ اللّٰهِ مُجَنَّدَةٌ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ اَنْ يُبْرَمَ۔

(فردوس الاخبار دیلمی ص۱۱ آخری سطر، و جامع الصغیر للسیوطی جلد۲ ص۱۷ باب الاوّل)

دُعا خدا تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر جرار ہے جو قضاء کو اس کے مُبرم ہونے کے بعد بھی ٹلا دیتی ہے۔

۵۔ روح البیان جلد۱ ص۲۵۲ مطبوعہ مصر پر بھی قضاء مُبرم کے ٹلنے کا ذکر ہے۔

۶۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہی مذہب تھا کہ قضاء مبرم دُعا اور صدقہ سے ٹل سکتی ہے اور جہاں حضورؑ

نے یہ لکھا ہے کہ "یہ تقدیر مُبرم جو ٹل نہیں سکتی" تو اس کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ توبہ اور دعا کے بغیر ٹل نہیں سکتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (النسآء:۴۹)

کہ اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا اس گناہ کو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس گناہ کے سوا باقی جس کو چاہے بخشدے۔

مگر دوسری جگہ فرمایا۔ قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (الزمر:۵۴)

کہدے اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کیا، تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو، اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخشدیگا، اور وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جملہ گناہوں کے معاف کرنے کا ذکر ہے۔ پس تطبیق کی صورت یہی ہے کہ شرک کے گناہ کی معافی کو توبہ کی شرط سے مشروط کیا جائے یعنی سورۃ نساء کی مندرجہ بالا آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو بغیر توبہ کے نہیں بخشے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں تقدیر مُبرم کے نہ ٹلنے کا ذکر فرمایا ہے وہاں بھی مراد بصورت عدم دُعا اور توبہ ہی ہے نہ کہ مطلقاً۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ:۔

جب مَیں نے عبدالرحیم خلف حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی صحت یابی کے لئے دُعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مُبرم کی طرح ہے مگر جب زیادہ تضرع اور ابتہال سے دُعا کی تو اللہ تعالےٰ نے اس تقدیر کو ٹلا دیا اور عبدالرحیم اچھا ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک مُبرم قسم کی تقدیر بھی دُعا اور توجہ سے ٹل سکتی ہے۔

ثناء اللہ (امرتسری) کا خط

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہزاروں جتن کر کے اہلِ حدیث مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے سولہ سال بعد ایک غیر مصدقہ تحریر مرزا سلطان محمد کی طرف منسوب کر کے شائع کی۔ ہماری طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ یا تو اصل تحریر ہمیں دکھائی جائے یا اس کا عکس شائع کیا جائے (جس طرح ہم نے کیا ہے) تاکہ پبلک پر اصل حقیقت واضح ہو، مگر اپنی موت تک مولوی صاحب ہمارے اس مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ نیز اگر ایسی کوئی تحریر ہو بھی تو وہ قابل اعتناء نہیں اور "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید" کی مصداق ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج کے الفاظ یہ ہیں۔ "پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو مَیں جھوٹا ہوں۔" (انجام آتھم صفحہ ۳۲ حاشیہ)

پس اس عبارت کے پیش نظر سلطان محمد کی کسی ایسی تحریر کا حضرت اقدسؑ کی زندگی میں شائع ہونا ضروری تھا۔

مقدمہ "دیوار" میں حضرت کا بیان

بعض غیر احمدی مولوی، حضرت مسیح موعودؑ کے بیان مقدمہ گورداسپور متعلقہ دیوار سے یہ الفاظ پیش کر کے عوام کو مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا: "میرے ساتھ اس کا نکاح ہوگا۔" "امید کیا مجھے یقین ہے۔"
حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ یہودیانہ تحریف سے حضرتؑ کے درمیانی الفاظ حذف کر دیا کرتے ہیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں:-

"میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا - ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑیگا۔ پیشگوئی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی پیشگوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جائیگی اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشگوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لئے وہ بعد نکاح چند مہینوں کے اندر مرگیا۔ اور پیشگوئی کی دوسری جزو پوری ہو گئی، اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا خصوصاً شوہر پر پڑا، جو پیشگوئی کا ایک جزو تھا۔ انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ عورت ابتک زندہ ہے۔"
(الحکم ۱۰، ۱۷ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ و ۱۵ جلد ۲ نمبر ۲۹ بیان حضرت مسیح موعودؑ)

نکاح فسخ یا تاخیر میں؟

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے کہ "نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑگیا۔" اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر سلطان محمد اپنی توبہ پر قائم رہے اور بیباکی کر کے تکذیب کا اشتہار نہ دے تو اس صورت میں وہ حضرت کی زندگی میں نہیں مرے گا اور محمدی بیگم کا نکاح حضرت سے نہیں ہوگا۔ (فسخ ہوگیا) لیکن اگر انجام آتھم والے چیلنج کے جواب میں اس نے حضرت کی زندگی میں تکذیب کا اشتہار دے دیا تو پھر خدا کی مقرر کردہ میعاد کے اندر اندر مرجائیگا اور محمدی بیگم حضرت کے نکاح میں آجائے گی۔ اندریں صورت نکاح "تاخیر" میں پڑا متصور ہوگا۔ یہی معنی ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت بَلِ الْاَمْرُ قَائِمٌ عَلٰی حَالِہٖ کے کہ سلطان محمد کی توبہ سے کلی طور پر معاملہ ختم نہیں ہوگیا اور وعیدی موت اس سے ہمیشہ کے لئے نہیں ٹل گئی بلکہ اب بھی اس کے سر پر "تلوار" لٹکی ہوئی کھڑی ہے جس وقت وہ تکذیب کریگا اسی وقت خدا تعالیٰ کی مقررہ میعاد کے اندر پکڑا جائے گا۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اس پیشگوئی کے متعلق بالکل صاف اور واضح ہیں۔

زَوَّجْنَاکَھَا

یہ الہام درحقیقت قرآن مجید کی ایک آیت ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب: ۳۸) کہ ہم نے آنحضرتؐ کا نکاح زینبؓ کے ساتھ اس کے مطلقہ ہونے کے بعد کر دیا۔

حضرت کو یہی الہام محمدی بیگم کے متعلق ہوا۔ پس اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطان محمد کی بیوہ ہونے کے بعد ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس الہام کو انجام آتھم ص۶۰ پر درج کرکے اس کا مندرجہ ذیل ترجمہ فرمایا ہے:۔

"بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا"

یعنی سلطان محمد کی موت پر يَرُدُّهَا اِلَيْكَ کا دوسرا مفہوم جب پورا ہوگا، تو اس وقت خدا تعالےٰ نے نکاح پڑھ دیا ہے۔

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو اور واضح فرمایا ہے:۔

"اور یہ امر کہ الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے، مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ ہے۔ اَيَّتُهَا الْمَرْءَةُ تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰى عَقِبِكِ۔ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۳۲) اس فسخ یا تاخیر کی تشریح اوپر گزر چکی ہے۔

۳۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِخَدِيْجَةَ اَمَا شَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ زَوَّجَنِيْ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ وَكُلْثُوْمَ اُخْتَ مُوْسٰى وَامْرَاَةَ فِرْعَوْنَ قَالَتْ هَنِيْئًا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (فتح البیان جلد ۷ ص۲۰۰ و فردوس الاخبار دیلمی ص۲۵۱) کہ طبرانی اور ابن عساکرؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ اے خدیجہؓ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا نے میرا نکاح پڑھ دیا ہے عیسیٰؑ کی ماں مریمؑ، موسیٰؑ کی بہن کلثومؓ اور فرعون کی بیوی آسیہؓ کے ساتھ! حضرت خدیجہؓ نے فرمایا! یا رسول اللہ آپکو مبارک ہو!۔

اس حدیث کے الفاظ میں بھی زَوَّجَنِيْ اسی طرح ماضی ہے جس طرح زَوَّجْنٰكَهَا میں ہے۔ غیر احمدی علماء کے نزدیک آنحضرتؐ کو یہ الہام ہونے کے بعد بھی کہ حضرت زینبؓ آپکی بیوی ہیں پھر بھی آپ حضرت زیدؓ سے فرماتے رہے کہ زینبؓ کو بیوی بنا کر رکھو اور اسے طلاق نہ دو۔ جلالین میں آتا ہے:۔

اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يُزَوِّجَهَا زَيْدًا فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ ثُمَّ اِنَّهَا رَضِيَتْ بِهٖ فَتَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ ثُمَّ اَعْلَمَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ بَعْدُ اَنَّهَا مِنْ اَزْوَاجِهٖ فَكَانَ يَسْتَحْيِيْ اَنْ يَّاْمُرَهُ بِطَلَاقِهَا وَكَانَ لَا يَزَالُ بَيْنَ زَيْدٍ وَزَيْنَبَ مَا يَكُوْنُ بَيْنَ النَّاسِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّمْسِكَ عَلَيْهِ زَوْجَتَهٗ وَكَانَ يَخْشَى النَّاسَ اَنْ يَّعِيْبُوْا عَلَيْهِ۔

(جلالین مع کمالین مجتبائی ص۳۵۳ حاشیہ)

یعنی آنحضرتؐ نے ارادہ فرمایا کہ زینبؓ کا نکاح زیدؓ کے ساتھ کر دیں، لیکن پہلے حضرت زینبؓ نے کراہت کی، پھر بعد میں راضی ہو گئیں۔ پس ان دونوں کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو بتا دیا کہ زینبؓ آپکی بیویوں میں سے ہے۔ پس آنحضرتؐ شرماتے تھے اس بات سے کہ زیدؓ کو حکم دیں کہ وہ زینبؓ کو طلاق دیدے اور اس عرصہ میں زینبؓ اور زیدؓ میں میاں بیوی کے تعلقات قائم رہے۔ پس آنحضرتؐ نے زیدؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھے، اور آپؐ ڈرتے تھے کہ لوگ آپ پر الزام نہ لگائیں۔

اس حوالہ سے تمسخر اور استہزاء کا بھی جو بعض بدزبان مخالف کیا کرتے ہیں جواب ہو گیا کہ خدا کی طرف سے آنحضرتؐ کو علم ہو چکنے کے باوجود کہ زینبؓ آپؐ کی بیوی ہے پھر بھی وہ ایک عرصہ تک زیدؓ کے پاس رہی۔

پیشگوئی کے نتائج

اس پیشگوئی کے بعد مندرجہ ذیل اصحاب اسی خاندان میں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے:۔

۱۔ اہلیہ مرزا احمد بیگ صاحب (والدہ محمدی بیگم) یہ موصیہ تھیں۔
۲۔ ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۳۔ مرزا محمد احسن بیگ جو مرزا احمد بیگ کے داماد ہیں، اور اہلیہ مرزا احمد بیگ کے بھانجے ہیں۔
۴۔ عنایت بیگم ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۵۔ مرزا محمد بیگ صاحب پسر مرزا احمد بیگ صاحب۔
۶۔ مرزا محمود بیگ صاحب پوتا " " "
۷۔ دختر مرزا نظام دین اور ان کے گھر کے سب افراد احمدی ہیں۔
۸۔ مرزا گل محمد پسر مرزا نظام دین صاحب۔
۹۔ اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب (موصیہ تھیں)
۱۰۔ محمودہ بیگم ہمشیرہ محمدی بیگم۔
۱۱۔ مرزا محمد اسحاق بیگ صاحب ابن مرزا سلطان محمد صاحب پٹی۔

یہ وہ افراد ہیں جو خاص طور پر اس خاندان کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں اور یہ سب کے سب اس نکاح والی پیشگوئی کے بعد ہی داخل سلسلہ احمدیہ ہوتے ہیں۔ پیشگوئی میں اگر کوئی امر قابل اعتراض ہوتا تو پہلے ان لوگوں کو اس پر اعتراض کرنا چاہیئے تھا۔ مگر وہ لوگ جو اس کے متعلق سب سے بڑھکر مقام غیرت پر ہو سکتے تھے ایمان لاتے ہیں اور خود مرزا سلطان محمد صاحب کہتے ہیں کہ "میں ایمان سے کہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے شک وشبہ کا باعث نہیں ہوئی"۔

ان حالات میں ان مخالف مولویوں کا اس پر اعتراض کرنا صاف طور پر یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ کے الہام کو پورا کرنا ہے اور اس کے سوا ان لوگوں کا اور کوئی مقصد نہیں۔

٭٭٭

پیشگوئی کی غرض

باقی رہا استہزاء اور مذاق، اور یہ کہنا کہ نعوذ باللہ یہ پیشگوئی کسی نفسانی خواہش کے ماتحت کی گئی تھی۔ ایسے امور ہیں کہ جنکا جواب کوئی مہذب انسان دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

پیشگوئی کی غرض وغایت ہم ابتداء میں نہایت واضح طور پر بیان کر آئے ہیں کہ ان لوگوں کی مذہبی اور عملی حالت اس نشان کا باعث بنی۔ چنانچہ مولوی محمد یعقوب مصنف عشرہ کاملہ جیسا دشمن اپنی کتاب تحقیق لاثانی میں لکھتا ہے:۔

(۱) "مرزا صاحبؑ کی اس پیشگوئی کی بنیاد بھی تکذیب ہی ہے۔ جیسا کہ نکاح آسمانی کے متعلق ان کا پہلا الہام ہے كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (تحقیق لاثانی صـ ۱۱)

لیکن اگر مولوی لوگ ان روشن واقعات کے باوجود بھی یہی کہتے جائیں کہ یہ پیشگوئی نفسانی تھی تو ان پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اگر یہ لوگ خدا کے اس برگزیدہ نبی پر جس کو یہ نہیں مانتے اس قسم کے حملے کریں تو معذور ہیں خصوصاً جبکہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے وہ مقدس انبیاء علیہم السلام بھی جن کو یہ لوگ بھی نبی مانتے ہیں اور انکی عزت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، نہیں بچ سکے۔ اور تو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اُمت میں سے ہونے اور جن کا کلمہ پڑھنے کے یہ لوگ مدعی ہیں، ان کے متعلق علماء نے یہ لکھا ہے:۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ زَيْنَبَ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ رَاٰهَا بَعْدَ مَا اَنْكَحَهَا زَيْدًا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِهٖ وَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ۔ (بیضاوی زیر آیت اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ اور کمالین برحاشیہ جلالین صـ ۳۵۴) کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ نے زینبؓ کو دیکھا اس وقت کہ اس کا زیدؓ کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا پس آپ کے دل میں انکی محبت پیدا ہو گئی اور فرمایا۔ پاک ہے وہ اللہ جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔

(۲) حضرت یوسفؑ جن کی بریت کے لئے ایک سورۃ قرآن مجید میں نازل ہوئی انکے متعلق لکھتے ہیں:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ قَصَدَتْ مُخَالَطَتَهٗ وَهَمَّ مَخَالِطَهَا لِمَيْلِ الشَّهْوَتِ الْغَيْرِ الْاِخْتِيَارِيِّ۔ (جامع البیان صـ ۳۳ نیز جلالین مجتبائی صـ ۱۹۰)

کہ نعوذ باللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی زلیخا سے زنا کا ارادہ کیا۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ان مفسرین نے لکھا ہے۔

طَلَبَ امْرَءَةَ شَخْصٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهَا وَ تَزَوَّجَهَا وَ دَخَلَ بِهَا (جلالین مجتبائی صـ ۳۷۹ حاشیہ) کہ حضرت داؤدؑ نے ایک شخص (اوریاہ) نامی کی بیوی لے لی۔ اور اپنی سو بیویاں کیں۔ (نعوذ باللہ من شرور ہم)۔

(۴) اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اسی جلالین کے صـ ۳۸۰ پر لکھا ہے کہ آپ ایک عورت پر عاشق ہو گئے اور پھر اس سے نکاح کر لیا (معاذ اللہ)

غرضیکہ پہلے انبیاء کے متعلق بھی یہی بے ہودہ گوئی رہی ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق معاندین وہی شیوہ اختیار کریں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیئے۔

بہو کو طلاق دِلوانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشک احمد بیگ وغیرہ کو لکھا تھا کہ اگر تم یہ رشتہ نہ دوگے تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہہ کر تمہاری لڑکی کو طلاق دلوادوں گا، مگر اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں کیونکہ شریعتِ اسلامی کے متعلق خسر کو حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بیٹے کو حکم دیکر طلاق دلوا سکتا ہے، خواہ بیٹا رضامند ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔

(الف) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ إِمْرَأَةٌ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِيْ يَكْرَهُهَا فَأَمَرَنِيْ أَنْ أُطَلِّقَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ طَلِّقْ إِمْرَأَتَكَ (ترمذی کتاب الطلاق و مشکوٰۃ مجتبائی ص۲۳۱ باب الشفقۃ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی لیکن میرے باپ (حضرت عمرؓ) اس سے نفرت کرتے تھے، پس انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دیدوں، مگر میں نے انکار کیا۔ پھر میں نے آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ بن عمرؓ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

(ب) اَلطَّلَاقُ لِرِضَاءِ الْوَالِدَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ۔ (مشکوٰۃ ص۲۳۱ مطبع حیدری)

کہ اپنے والدین کی خواہش کی تعمیل میں طلاق دینا جائز ہے۔

(ج) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کو چھوڑ آئے اور ان کے وہاں پر جوان ہوجانے کے بعد مکہ گئے تو حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر نہ تھے، انکی بیوی گھر پر تھی۔ آپ اس سے باتیں کرتے رہے اور جاتی دفعہ انکی بیوی سے کہہ گئے کہ جب اسمٰعیل گھر آئیں تو انہیں میرا السلام علیکم کہہ دینا اور کہنا کہ غَيِّرْ عُتْبَةَ بَابِكَ کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دو۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ گھر آئے تو ان کی بیوی نے حضرت ابراہیمؑ کا پیغام دیا تو حضرت اسمٰعیلؑ نے فرمایا ذَاكِ أَبِيْ وَقَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ۔ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى (بخاری جلد ۲ ص۱۳۶ کتاب بدء الخلق باب یزفون النسلان فی المشی۔ مطبع الہیہ مصر جلد ۲ ص۱۴۳ مطبع عثمانیہ مصر و تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ فیروز اینڈ سنز مطبوعہ ۱۳۴۱ھ لاہور جلد ۲ ص۱۳۶ و ص۱۳۸) کہ وہ میرے والد (ابراہیمؑ) تھے اور وہ مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے طلاق دیدوں۔ پس تو اپنے والدین کے پاس چلی جا۔ پس آپ نے اسے طلاق دیدی اور بنو جرہم کی اور ایک عورت سے شادی کرلی۔

۲۔ قرآن مجید میں خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَرْكَنُوْٓا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود: ۱۱۴) کہ ظالم لوگوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھو ورنہ تم کو بھی عذاب پہنچ جائیگا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے اگر اپنے بیٹے کو انبیاء گزشتہ کی سنت پر عمل کرکے ان لوگوں سے قطع تعلق

کرنے کی ہدایت کی جو خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن اور دہریہ تھے تو اپنے فرض کو ادا کیا۔

۲۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خصوصاً اس معاملہ میں یہ الہام ہوا تھا کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَهُمْ مِنْهُمْ وَبَعُدُوْا مِنْ مَجَالِسِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنَ الْمَرْحُوْمِیْنَ (آئینہ کمالات اسلام ۵۶۹) کہ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور ان سے قطع تعلق کیا اور انکی مجالس سے دُور رہے پس ان پر رحم کیا جائیگا (باقی ان سب پر عذاب نازل ہوگا)۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کو وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَهُمْ مِنْهُمْ پر عمل کرنا چاہتے تھے۔

کوشش کیوں کی گئی؟

باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ اگر وعدہ خدا کی طرف سے تھا تو پھر اس کو پورا کرنے کے لئے کوشش کیوں کی گئی اور دوسرے فریق کے بعض لوگوں کو خطوط کیوں لکھے گئے؟

جواب:۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ جن لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے انکی مدد اسی صورت میں فرمایا کرتا ہے جب وہ خود بھی جہانتک ممکن ہوسکے اس وعدۂ الٰہی کے پورا کرنے میں کوشش کریں مثلاً آنحضرتؐ کے ساتھ فتح کا وعدہ تھا، مگر کیا حضورؐ نے جنگ کے لئے تیاری نہیں فرمائی، کیا لشکر تیار نہیں کیا؟ حضرت یوسفؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ انکو کامیاب وکامران کرے گا۔ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا۔ پھر بھی حضرت یوسفؑ نے جیلخانہ میں سے ایک مشرک شخص سے سفارش کروائی اور اسے کہا کہ اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف ۴۳) کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

آنحضرتؐ سے وعدہ تھا کہ تمام عرب مسلمان ہوگا۔ پھر کیا حضورؐ نے تبلیغ کا کام بند کردیا تھا؟

پس رعایتِ اسباب ضروری ہے، نیز اتمام حجت کی غرض سے بھی حضرت مسیح موعودؑ کا ان لوگوں کو خطوط لکھنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر بصورت عدم توبہ ان پر عذاب آتا، تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اس پیشگوئی کا علم ہی نہ تھا، اس لئے ہم بے قصور ہیں۔ خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"..... یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے طرح طرح کی اُمید دینے سے کیوں کوشش کی گئی۔ نہیں سمجھتے کہ وہ کوشش اسی غرض سے تھی کہ وہ تقدیر اس طور سے ملتوی ہوجائے اور وہ عذاب ٹل جائے۔ یہی کوشش عبداللہ آتھم اور لیکھرام سے بھی کی گئی تھی۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کوئی جائز کوشش کرنا حرام ہے۔ ذرا غور اور حیا سے سوچو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں یہ وعدہ نہیں دیا گیا کہ عرب کی بُت پرستی نابود ہوجائے گی؟ اور بجائے بُت پرستی کے اسلام قائم ہوگا اور وہ دن آئیگا کہ خانۂ کعبہ کی کُنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہونگی اور خدا یہ سب کچھ آپ کریگا، مگر پھر بھی اسلام کی اشاعت کے لئے ایسی کوشش ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۶)

"بسترِ عیش"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ہرگز محمدی بیگم والی پیشگوئی کے متعلق نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ اس کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے:-

۱- یہ الہام حضرت مسیح موعودؑ ہی کے متعلق نہیں بلکہ آپ کی مقدس جماعت بھی اس الہام میں مخاطب ہے:-

۲- یہ الہام اس دنیوی زندگی کے متعلق نہیں بلکہ آخرت کے متعلق ہے۔ چنانچہ یہ الہام مکمل طور پر یوں ہے:-

"۵ر دسمبر ۱۹۰۵ء۔ بَلَاءٌ وَّ اٰلَاءٌ۔ بسترِ عیش۔ خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود۔ فَبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ (پس مومنوں کے لیے بشارت ہے)۔"

(البدر جلد ۴ صـ۲ کالم ۳ و البشریٰ جلد ۲ صـ۹۹)

فارسی الہام صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہ "عاقبت" کے متعلق ہے۔ عربی الہام بتا رہا ہے کہ اس میں جماعتِ احمدیہ بھی مخاطب ہے۔

۳- لفظ "عیش" بھی ہمارا مؤید ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ کہ حقیقی زندگی (عیش) آخرت ہی کی ہے۔

۴- قرآن مجید میں اہلِ جنت کے متعلق ہے مُتَّکِـِٔیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (الرحمٰن: ۵۵) کہ تکیہ لگاتے ہونگے بستروں پر جن کے استر گاڑھے ریشم کے ہونگے۔

۵- اَلْفِرَاشُ مَا یُفْرَشُ وَیُنَامُ عَلَیْهِ (المنجد صـ۳۶) وہ جو بچھایا جاتے اور اس پر سویا جاتے گویا جنت کی عیش (زندگی) میں ہر مومن کا "بستر" ہوگا۔ پس الہام "بسترِ عیش" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

بِکْرٌ وَّثَیِّبٌ

(یعنی کنواری اور بیوہ)

جواب:- یہ الہام جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے حضرت ام المومنینؓ کے نکاح کے متعلق تھا (دیکھو نزول المسیح حاشیہ صـ۱۴۶) جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ حضرتؑ کے گھر میں کنواری ہونگی جب آئیں گی۔ مگر بیوہ رہجائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (بتایا یہ گیا تھا کہ حضرت کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں گی اور حضورؑ کی زندگی میں فوت نہ ہوں گی) محمدی بیگم کی یہ پیشگوئی چونکہ عدم توبہ اور اس کے نتیجہ میں ہلاکت سلطان محمد سے مشروط تھی، اس لئے اس کے عدم تحقق کے باعث یہ الہام بجائے اس رنگ میں پورا ہونے کے دوسرے رنگ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا پورا ہوگیا۔

تُو

وعید کا ٹلنا

ہم اس مضمون کے شروع میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی میں توبہ کی شرط تھی، اور سلطان محمد نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا، لیکن اگر پیشگوئی میں توبہ کی شرط نہ بھی ہوتی تو بھی یہ وعیدی پیشگوئی تھی اور خدا تعالیٰ کی سنتِ قدیمہ کے مطابق سلطان محمد کا توبہ و استغفار سے تین سال کے عرصہ میں بچ جانا کوئی غیر ممکن امر نہ تھا۔ چنانچہ :-

۱۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال : ۳۴) کہ خدا تعالیٰ استغفار کرنیوالوں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا۔ اِنَّ اَجَلَكُمْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً۔ کہ تمہاری زندگی بس ۴۰ راتیں ہیں۔ اس میں کوئی شرط توبہ وغیرہ کی مذکور نہیں تھی۔ مگر وہ لوگ بہت ڈرے۔ توبہ و استغفار کی فَتَضَرَّعُوْا اِلَى اللّٰهِ فَرَحِمَهُمْ وَكَشَفَ عَنْهُمْ۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۲ و فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۹۹ و تفسیر ابن جریر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸ حاشیہ)

کہ وہ لوگ خدا کے سامنے گڑگڑائے۔ پس خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان پر سے عذاب کو ٹلا دیا۔

۳۔ روح المعانی میں خلفِ وعید کے متعلق لکھا ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ يَجُوْزُ اَنْ يُّخْلِفَ الْوَعِيْدَ وَاِنِ امْتَنَعَ اَنْ يُّخْلِفَ الْوَعْدَ وَبِهٰذَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ۔ فَفِيْ حَدِيْثِ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَمَلِهٖ ثَوَابًا فَهُوَ مُنْجِزٌ لَهٗ وَمَنْ اَوْعَدَهٗ عَلٰى عَمَلِهٖ عِقَابًا فَهُوَ بِالْخِيَارِ وَمِنْ اَدْعِيَةِ الْاَئِمَّةِ الصَّادِقِيْنَ يَا مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفٰى وَاِذَا تَوَعَّدَ عَفٰى۔ (روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۵۵ مصری) کہ خدا تعالیٰ کے لئے جائز ہے کہ وہ وعید (عذاب کی پیشگوئی میں) تخلف کرے، اگرچہ وعدہ میں تخلف ممتنع ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ کسی سے انعام (ثواب) کا وعدہ کرے تو اسے ضرور پورا کرتا ہے۔ ہاں عذاب (وعید) کی صورت میں وہ مختار ہے، کبھی سزا دیتا ہے کبھی نہیں۔ اور ائمہ صادقین کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ "اے وہ اللہ جب تو وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب ڈرائے (وعید کرے) تو معاف فرمائے"

۴۔ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْمَشْهُوْرَ فِي الْجَوَابِ اَنَّ اٰيَاتِ الْوَعْدِ مُطْلَقَةٌ وَاٰيَاتِ الْوَعِيْدِ وَاِنْ وَرَدَتْ مُطْلَقَةً حُذِفَ قَيْدُهَا لِيَزِيْدَ التَّخْوِيْفَ (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۹۰ مصری) کہ وعدہ ہمیشہ مطلق (اور غیر مشروط) ہوتا ہے اور (وعید) خواہ وہ بظاہر غیر مشروط ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس میں کوئی نہ کوئی شرط حذف کر دی گئی ہوتی ہے تاکہ خوف زیادہ بڑھ جائے۔

۵۔ حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔ وَعِنْدِيْ جَمِيْعُ الْوَعِيْدَاتِ مَشْرُوْطَةٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ تَرْكِهٖ دُخُوْلُ الْكِذْبِ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۰۶)

مصری، کہ میرے نزدیک تمام وعیدی پیشگوئیوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے معاف نہ کر دیا تب پوری ہو گی۔ پس اگر وعید پورا نہ ہو تو اس سے خدا کے کلام کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

۶۔ تفسیر بیضاوی میں ہے۔ بِاَنَّ وَعِیْدَ الْفُسَّاقِ مَشْرُوْطٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ۔ (بیضاوی تفسیر آل عمران ع زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ) کہ خدا تعالیٰ کافروں کے متعلق عذاب کی پیشگوئی کرتا ہے۔ تو ہمیشہ اس میں مخفی طور پر یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے معاف نہ کر دیا تو عذاب آئے گا۔

۷۔ مسلم الثبوت صفحہ ۲۸۔ اِنَّ الْاِیْعَادَ فِیْ کَلَامِہٖ تَعَالٰی مُقَیَّدٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر وعید میں عدمِ عفو کی شرط ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ نکاح محمدی بیگم کے متعلق ہے۔ تو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ:۔

۱۔ نکاح محمدی بیگم حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق سلطان محمد کی موت بصورتِ عدم توبہ کے ساتھ مشروط تھا، لہٰذا آنحضرتؐ کی پیشگوئی کو بھی شرائط بالا کے ساتھ مشروط تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس بوجہ عدم تحقق شرائط آنحضرتؐ کی یہ پیشگوئی محمدی بیگم کے نکاح کے ساتھ پوری ہونے کے بجائے دوسرے رنگ میں پوری ہو گئی۔ یعنی وہ "موعود" اولاد حضرت اقدسؑ کو اس دوسرے نکاح سے عطا کی گئی جو حضرت اُمّ المومنینؓ کے ساتھ ہوا۔

۲۔ چنانچہ یہ ہمارا اپنا خیال نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کئی برس پہلے خبر دی گئی تھی، یعنی مجھے بشارت دی گئی تھی کہ تمہاری شادی خاندانِ سادات میں ہو گی اور اس میں سے اولاد ہو گی، تا کہ پیشگوئی حدیث یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ پوری ہو جاتے۔ یہ حدیث اشارت کر رہی ہے کہ مسیح موعود کو خاندانِ سیادت سے تعلق دامادی ہو گا۔ کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ یُوْلَدُ لَہٗ کے موافق صالح اور نیک اولاد پیدا ہو، اعلیٰ اور طیّب خاندان سے چاہیئے۔ اور وہ خاندان سادات ہے۔"

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۹ حاشیہ آخری سطر)

ایک سوال

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرزا احمد بیگ کی موت کی تین سال کی میعاد اور سلطان محمد کی موت کے لئے ۲½ سال کی میعاد مقرر فرمائی تھی جس سے بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سلطان محمد کو مرنا چاہیئے تھا۔

۱۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا سلطان محمد کے لئے اڑھائی سال اور مرزا احمد بیگ کے لئے تین سال کی میعاد مقرر فرمانا ہر اہلِ بصیرت انسان کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور راستبازی کی ایک دلیل ہے۔ کیونکہ احمد بیگ عمر کے لحاظ سے بڑا تھا اور اس کا داماد جوان۔ طبعی طور پر احمد بیگ کی موت کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ سلطان محمد سے پہلے مرے گا۔ اور اگر حضرت مسیح موعود اپنی طرف سے اندازہ لگا کر پیشگوئی کرتے تو احمد بیگ کی وفات کے لئے سلطان محمد سے کم میعاد مقرر فرماتے، لیکن الہام میں ایسا نہیں۔ بلکہ احمد بیگ کے لئے تین سال اور سلطان محمد کے لئے اڑھائی سال کا وعدہ کیا گیا۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی انسانی دماغ کا اختراع نہ تھا۔

دوسرا امر جو اس میعاد کے تعین سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ پیشگوئی جذباتِ انسانی کے نتیجہ میں نہیں کی گئی تھی کیونکہ زیادہ قصور احمد بیگ کا تھا اور وہ مستہزءین اور مکفرین کے گروہ میں شامل تھا۔ نیز رشتہ کے لئے اسی کے ساتھ سلسلہ جنبانی کیا گیا تھا، اور یہ سب کچھ اسی کے انکار کا نتیجہ تھا۔ اور اگر جذباتِ انسانیہ کا کوئی اثر ہو سکتا تھا تو یہی کہ حضرت مسیح موعود طبعاً احمد بیگ کی میعاد کم مقرر فرماتے مگر واقعہ اس کے خلاف ہوا جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جذبات کا نتیجہ نہ تھی بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو اطلاع دی اسی طرح سے شائع فرما دیا۔

۳۔ پیشگوئی میں زیادہ سے زیادہ مدت بتائی گئی تھی۔ پس اگر احمد بیگ اور سلطان محمد اپنی اسی حالت پر بدستور قائم رہتے۔ جس حالت میں کہ وہ پیشگوئی بیان کرنے کے وقت تھے تو ان کی موت کی میعاد علی الترتیب تین و اڑھائی سال ہوتی۔ مگر احمد بیگ اپنی پہلی حالت پر قائم نہ رہا اور لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد اور زیادہ شوخ ہو گیا، اس لئے وہ میعاد مقررہ کے اندر بہت ہی جلد پکڑا گیا۔ بخلاف سلطان محمد کے کہ اس نے اصلاح کی اور توبہ و استغفار کی طرف رجوع کیا۔ کَمَا مَرَّ۔

یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے احمد بیگ کی میعاد تین سال مقرر کر کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ زیادہ سے زیادہ مہلت ہے جو احمد بیگ کو دی جاتی ہے۔ اگر وہ اس سے فائدہ نہیں اُٹھائے گا۔ تو تین سال سے بہت پہلے جلد ہی مر جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے احمد بیگ کو جو خط ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا۔ اس میں حضور نے تحریر فرمایا تھا۔

وَاٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُكَ فَتَمُوْتُ بَعْدَ النِّكَاحِ إِلٰى ثَلَاثِ سِنِيْنَ بَلْ مَوْتُكَ قَرِيْبٌ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳) کہ تیرے خاندان پر جو آخری مصیبت آئے گی وہ تیری موت ہوگی۔ تو روزِ نکاح سے تین سال کے عرصہ میں مر جائے گا بلکہ تیری موت اس سے بھی قریب ہے۔

ب۔ حضرت مسیح موعود اپنے اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ ہے اگر وہ اپنی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائیگا۔" (حاشیہ اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۸۶ء ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مارچ

ص۵۶۸ مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام)۔

مندرجہ بالا دونوں حوالہ جات میں حضرت اقدسؑ نے صراحت فرمادی ہے کہ احمد بیگ کو اگر وہ زیادہ شوخی نہ کرے تو زیادہ سے زیادہ تین سال مہلت مل سکتی ہے، لیکن وہ شوخی کرکے جلدی فوت ہوجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک قابلِ غور امر!

مندرجہ بالا عربی عبارت از آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۷۳ میں سے فقرہ اٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُکَ (کہ تیرے خاندان پر جو آخری مصیبت آئیگی وہ تیری موت ہوگی) خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ کیونکہ اس میں بھی ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمد بیگ کو بتا دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا ہے کہ اس کی موت کو اس کے خاندان کے لیے "آخری مصیبت" بناتے، اور اس کے بعد پھر کوئی مصیبت اس خاندان پر اس پیشگوئی کے ماتحت نہ آئے۔ اس لئے احمد بیگ کی موت جب ۱۸۹۲ء میں ہوگئی، تو "آخر المصائب موتک" کے مطابق ضروری تھا کہ سلطان محمد اس کے بعد فوت نہ ہو۔

غرضیکہ احمد بیگ کی موت کا واقعہ ہوجانا اور پیشگوئی کے مطابق واقع ہوجانا اس پیشگوئی کے عظیم الشان نتائج کی خوشخبری دیتا تھا جو اس خاندان کے اکثر افراد کے حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے کی صورت میں نمودار ہوئے۔ اور اس طرح سے یہ پیشگوئی اس خاندان کے اس مطالبہ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ (اگر یہ سچا ہے تو نشان دکھائے) کے جواب میں ایک زبردست نشان ثابت ہوئی، جس نے ان لوگوں کی جو دہریت اور ارتداد کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، کایا پلٹ دی اور انکو خدا کے پیارے مسیح موعودؑ کی شناخت اور قبولیت کی روشنی سے منور کردیا۔ دہریت کی جگہ اسلام نے اور ارتداد کی جگہ تعلق و محبتِ رسولؐ نے لے لی۔ اور یہی وہ عظیم الشان تغیر ہے جسے دنیا میں پیدا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء تشریف لاتے اور جس کی جھلک خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رشتہ داروں میں اس پیشگوئی کے ذریعہ دکھائی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

۱۔ "کسقدر میرے دعوے کی تائید میں مجھ سے نشان ظاہر ہوئے اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ یہ محض افتراء ہے۔ بلکہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں اور میری کسی پیشگوئی پر ایسا اعتراض نہیں ہوسکتا جو پہلے نبیوں کی پیشگوئیوں پر جاہل اور بے ایمان لوگ نہیں کرچکے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۲۹)

۲۔ "اے نادان! اوّل تعصب کا پردہ اپنی آنکھوں پر سے اُٹھا، تب تجھے معلوم ہوجائیگا کہ سب پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ایک تند اور تیز دریا کی طرح مخالفوں پر حملہ کر رہی ہے، پر افسوس کہ ان لوگوں کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ زمین نے نشان دکھائے اور آسمان نے بھی، اور دوستوں میں

بھی نشان ظاہر ہوتے اور دشمنوں میں بھی۔ مگر اندھے لوگوں کے نزدیک ابھی کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا، لیکن خدا اس کام کو ناتمام نہیں چھوڑے گا جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۷)

۳۔ ایک یہ بھی ان کا اعتراض ہے کہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتیں۔ اس اعتراض کے جواب میں تو صرف اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ اگر وہ میری کتابوں کو غور سے دیکھتے یا میری جماعت کے اہل علم و واقفیت سے دریافت کرتے تو معلوم ہوتا کہ کئی ہزار پیشگوئیاں اب تک پوری ہو چکی ہیں اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے صرف ایک دو گواہ نہیں۔ بلکہ ہزارہا انسان گواہ ہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۷)

۴۔"ایک دو اور پیشگوئیوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں مگر یہ سراسر ان کا افتراء ہے اور صحیح اور واقعی یہی بات ہے کہ میری کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کہ جو پوری نہیں ہو گئی۔ اگر کسی کے دل میں شک ہو تو سیدھی نیت سے ہمارے پاس آجاتے اور بالمواجہ کوئی اعتراض کرے، اگر شافی کافی جواب نہ سنے تو ہم ہر ایک تاوان کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔" (حقیقت المہدی صفحہ ۷)

۲۔ ڈاکٹر عبدالحکیم مُرتد والی پیشگوئی

اپنی وفات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

جواب:۔

۱۔ "دسمبر ۱۹۰۵ء میں اپنی وفات سے اڑھائی سال قبل حضرت اقدسؑ نے "الوصیت" شائع فرمائی اس کے صہ۲ پر یہ الہامات درج ہیں۔ "قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ" (تیری وفات کا وقتِ مقررہ آگیا ہے) قَلَّ مِيْعَادُ رَبِّكَ:۔ (تیرے رب کی طرف سے بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے) "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں"

۲۔ ریویو دسمبر ۱۹۰۵ء صہ۴۸۰ میں ہے۔ رؤیا (خواب) ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اِس میں رہ گیا ہے، لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے۔ اس کے ساتھ الہام تھا "آبِ زندگی"

اس میں "دو تین گھونٹ" زندگی کا پانی اس میں باقی رہنا مذکور ہے اور اس کے پورے اڑھائی سال بعد حضورؑ فوت ہوئے۔ گویا کل میعاد تین سال بتائی گئی جس کو بعد میں عبدالحکیم نے چُرا کر اپنے نام سے شائع کیا۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

۳۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء۔ "لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی" اور انتقال ذہن لاہور کی طرف ہوا ہے (ماہ مارچ ۱۹۰۷ء صہ۲ الہامات حضرت مسیح موعودؑ) "ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لاتے ہیں" (بدر جلد ۶ عہ۱۱ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء صہ۳ و الحکم جلد ۱۱ عہ۹ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء صہ۱)۔ (ریویو آف ریلیجنز جلد ۶ عہ۳)

۴۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء:۔ بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید، ۲۷ کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) "اَللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى" (یعنی اللہ ہی سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے)۔

حضورؑ کی وفات کی یہ "افسوسناک خبر" لاہور کی طرف سے آئی اور حضورؑ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو کفن میں لپیٹ کر قادیان لائے گئے۔

۵۔ ۷ مارچ ۱۹۰۸ء: "ماتم کدہ" اس کے بعد غنودگی میں دیکھا کہ "ایک جنازہ آتا ہے"

عبدالحکیم مُرتد کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ نے جب "الوصیت" شائع فرمادی اور اپنا وہ رؤیا بھی شائع فرمادیا جس میں حضورؑ کی عمر "دو تین سال" بتائی گئی تھی تو اس کے پورے سات مہینے بعد عبدالحکیم مُرتد نے ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو لکھا:۔

سہ سالہ پیشگوئی

"مرزا مسرف، کذّاب اور عیّار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے" (کانا دجال صہ۵ و اعلان الحق)۔

اتمام الحجۃ۔ رسالہ المسیح الدجال وتکملہ صـ۴۳)

حضرت مسیح موعود کا جواب

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۶ر اگست ۱۹۰۶ء کو اشتہار مشمولہ حقیقۃ الوحی صـ۴۰۹ صـ۴۱۱ "خدا سچے کا حامی ہو" (حقیقۃ الوحی صـ۴۰۹ روحانی جلد ۲۲) شائع فرمایا، اور اس میں خدا کا یہ الہام درج کیا۔ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں" اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں" "ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا" "فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تُو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا" "رَبِّ فَرِّقْ بَيْنَ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ وَ اَنْتَ تَرٰى كُلَّ مُصْلِحٍ وَّصَادِقٍ (حقیقۃ الوحی صـ۴۱۱ روحانی خزائن جلد ۲۲) (یعنی اے رب سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلا دے۔ اور تو ہر مصلح اور سچے کو جانتا ہے)۔

پہلی پیشگوئی منسوخ اور ۱۴ ماہیہ نئی پیشگوئی عبدالحکیم مرتد "شجرۂ خبیثہ" تھا جو مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ کے مطابق اپنی بات پر قائم نہ رہا اور اپنی سہ سالہ پیشگوئی کو بدیں الفاظ منسوخ کرتے ہوئے لکھا:۔ "اللہ تعالیٰ نے اس کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں سے جو ۱۱ر جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہونی تھی دس مہینے اور گیارہ دن کم کر دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا کہ "مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا"

(رسالہ اعلان الحق واتمام الحجۃ وتکملہ صـ۶ مؤلفہ عبدالحکیم مرتد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

اس کے جواب میں حضورؑ نے ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء کو "تبصرہ" نامی اشتہار شائع فرمایا:۔ "اپنے دشمن کو کہدے کہ خدا تجھ سے مؤاخذہ لے گا اور میں تیری عمر کو بھی بڑھاؤں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھاؤں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صـ۵۹۱ و بدر ۴۶ جلد ۶ صـ۳ تا صـ۶ ۱۰ر نومبر ۱۹۰۷ء)

نوٹ:۔ اس الہام میں لفظ "جھوٹا کروں گا" اور "عمر کو بڑھاؤں گا" خاص طور پر قابلِ غور ہیں کیونکہ "بڑھاؤں گا" کا لفظ بتاتا ہے کہ حضورؑ کی تاریخ وفات تو حضرت کے اپنے الہامات کے مطابق یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے پہلے ہی تھی مگر محض دشمن کو "جھوٹا" کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ اس کو "بڑھانے" کی پیشگوئی کرتا ہے۔ گویا عمر بڑھانا محض دشمن کو "جھوٹا" کرنے کی غرض سے ہے اور بس۔

۱۴ چودہ ماہیہ پیشگوئی بھی منسوخ چودہ ماہ والی پیشگوئی کے مطابق میعاد پیشگوئی یکم ستمبر ۱۹۰۸ء بنتی تھی مگر تبصرہ کے شائع ہونے کے بعد مرتد ڈاکٹر نے اس میں اور تبدیلی

کردی اور لکھا:۔

۱۔ "الہام ۱۶ر فروری ۱۹۰۸ء۔ مرزا ۱۲ر ساون سمت ۱۹۶۵ (مطابق ۴ر اگست ۱۹۰۸ء) تک ہلاک ہوجائیگا۔" (اعلان الحق واتمام الحجۃ ص۲۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

جب عبدالحکیم مُرتد نے ۱۶ر فروری ۱۹۰۸ء کو ۴ر اگست ۱۹۰۸ء تک والی پیشگوئی شائع کی تو اس وقت حضرت اقدسؑ چشمۂ معرفت لکھ رہے تھے۔ حضور نے اس کی یہ پیشگوئی چشمۂ معرفت میں نقل فرمائی اور تحریر فرمایا:۔ "مَیں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔" (چشمۂ معرفت ص۳۲۲ ایڈیشن اوّل)

۴ر اگست والی پیشگوئی بھی منسوخ

مگر عبدالحکیم مُرتد اس پر بھی قائم نہ رہا اور لکھا کہ:۔

"مگر کسی طرح اس (حضرت مسیح موعودؑ) کی بیباکی اور سرکشی میں کمی نہ ہوئی، مرزائیوں کا ارتداد اور کفر بے حد بڑھتا گیا جس کی تفصیل "کانا دجال" کے مطالعہ سے ظاہر ہوگی۔ ایک موقعہ پر بے اختیار میری زبان سے یہ بد دعا نکلی، اے خدا اس ظالم کو جلد غارت کر۔ اے خُدا اس بدمعاش (خاکش بدہن۔ خادم) کو جلد غارت کر۔ اس لئے ۴ر اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۱۲ر ساون سمت ۱۹۶۵ تک کی میعاد بھی منسوخ کی گئی۔" (اعلان الحق واتمام الحجۃ وتکملہ ص۹)

۲۔ پھر اپنے ۱۰ر مئی ۱۹۰۸ء کے خط میں لکھتا ہے:۔

"مرزا قادیانی کے متعلق میرے جدید الہامات شائع کر کے ممنون فرماویں:۔

(۱) مرزا ۱۲ر ساون سمت ۱۹۶۵ (۴ر اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجائے گا۔

(۲) مرزا کے کنبہ میں ایک بڑی معرکۃ الآرا عورت مر جائیگی۔

(پیسہ اخبار ۱۹۰۸ء ۱۵ر مئی واہلحدیث ۱۵ر مئی ۱۹۰۸ء)

گویا اب اس نے ۴ر اگست ۱۹۰۸ء کی تعیین کردی۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر بڑھانے کی ضرورت نہ رہی۔ آپ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوتے اور اس کے "شر سے محفوظ" رہے وہ جھوٹا ہوگیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ۲۷ کو حضورؑ کا جنازہ لاہور سے قادیان کی طرف لایا گیا اور حضور دارالامان میں مدفون ہوتے۔

"کو" کی صحت کا ثبوت

۱۔ ۴ر اگست "تک" والا "الہام" ۱۶ر فروری ۱۹۰۸ء کا ہے (اعلان الحق وتکملہ واتمام الحجۃ ص۶) مگر ۴ر اگست "کو" والا "الہام" مئی کے پہلے ہفتہ کا ہے۔ (دیکھو اعلان الحق واتمام الحجۃ وتکملہ ص۳۲ سطر ۱۸)۔

۲۔ "تک" والا "الہام" "جدید" نہیں بلکہ تین مہینے کا پُرانا "الہام" تھا۔ ۸، مئی کو اس نے "کو" والا "الہام" لکھا ہے اور اس کو "جدید" قرار دیا ہے اور خود اقرار کیا ہے کہ مئی ۱۹۰۸ء میں مجھے "کو" والا الہام ہوا تھا۔ (دیکھو اعلان الحق وغیرہ ص۳۰)

۳۔ دوسرا الہام جو معرکۃ الآراء عورت" کی موت کے متعلق ہے وہ ۸، مئی ۱۹۰۸ء کا ہے، یعنی اس دن کا جس دن اس نے یہ "الہام" بغرضِ اشاعت اخبارات میں بھی بھیجا ہے۔ (اعلان الحق صفحہ ۸ آخری سطر) مگر "تک" والے الہام کے ساتھ "معرکہ الاراء عورت" کی موت کا ذکر نہیں۔

۴۔ عبدالحکیم مُرتد نے خود اقرار کیا ہے جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ "۴ راگست تک والی میعاد منسوخ کی گئی۔" (اعلان الحق وغیرہ صفحہ ۹)

عبدالحکیم مُرتد جھوٹا ہو گیا

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی شہادت

"ہم خدا لگتی کہنے سے رُک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی ۱۴ ماہیہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے، جیسا کہ انہوں نے کیا چنانچہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کے اہلحدیث میں انکے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ راگست کو مرزا مرے گا تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ ۲۱، ساون کو" کی بجائے "۲۱ ساون تک" ہوتا تو خوب ہوتا۔" (اہلحدیث ۱۲ جون ۱۹۰۸ء)

ضروری نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشک "تبصرہ" میں لکھا ہے کہ میرا دشمن میری آنکھوں کے سامنے ہی اصحاب فیل کی طرح نیست و نابود ہو جائیگا۔ مگر (اوّل) یہ حضرت اقدس کا اپنا اجتہاد ہے، الہام تو جو حضورؑ کو ہوا وہ وہیں درج ہے۔ "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ (سورۃ الفیل: ۲) حضرت نے "تَرَ" کے لفظ سے یہ استعمال فرمایا ہے کہ گویا وہ میری آنکھوں کے سامنے ہی ہلاک ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ آیت قرآن مجید میں جہاں آئی ہے وہاں آنحضرتؐ کو اصحاب فیل کی تباہی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مخاطب کرتی ہے اور "اَلَمْ تَرَ" کے الفاظ اس موقعہ پر مستعمل ہوتے ہیں۔ جب کہ اصحابِ فیل کی تباہی کا واقعہ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا بلکہ وہ آپ کی ولادت سے بھی قبل ہو چکا تھا۔ اسی طرح اس الہام میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا تھا کہ عبدالحکیم پر جو عذاب آئے گا آپ اپنی زندگی میں اس کو نہیں دیکھ سکیں گے، جس طرح اصحاب فیل کی تباہی کو آنحضرتؐ نے نہ دیکھا تھا۔ اور نبی کے اجتہاد سے یہ ممکن ہے جیسا کہ نبراس شرح الشرح عقاید نسفی ص۳۹۲ میں ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ وَيَكُوْنُ خَطْئًا كَمَا ذَكَرَهُ الْأُصُوْلِيُّوْنَ۔۔۔۔۔۔ وَفِي حَدِيْثٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا أَقُوْلُ

مِنْ قِبَلِ نَفْسِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ" کہ آنحضرتؐ بعض اوقات اجتہاد کرتے تھے تو وہ غلط بھی ہوتا تھا، جیسا کہ اُصولیوں نے لکھا ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (جو بات تو میں کہوں کہ خدا نے کہی ہے تو وہ بالکل درست اور حق ہوگی۔ مگر جو بات اس کی تشریح کرتے ہوئے میں اپنی طرف سے کہوں ضروری نہیں کہ درست ہی ہو۔ کیونکہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، کبھی درست بات بتاتا ہوں اور کبھی مجھ سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔ (مفصل دیکھو صفحہ ۴۹، پاکٹ بک ہذا)۔

(دوم) حضرت مسیح موعودؑ کی یہ سب تحریرات عبدالحکیم مُرتد کی پیشگوئیوں کے بالمقابل ہیں۔ جب اس نے اپنی طرف سے شرائط کو تبدیل کر دیا تو حضرت کے جوابات بھی بحال نہ رہے۔ تم الزام تو اس صورت میں دیتے کہ وہ اپنی بات پر قائم رہتا اور پھر حضرت پر اسے اعتراض کرنے کا موقعہ ملتا۔ حضرت کی غرض تو "رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّکَاذِبٍ" کی تھی۔ کیا سچے جھوٹے میں فرق نہیں ہوا؟ کیا حضرت "اس کے شر سے محفوظ" نہیں رہے؟ اور اس کو خدا تعالیٰ نے جھوٹا نہیں کیا؟ اور پھر کیا وہ ۱۹۱۹ء میں پھیپھڑے کی مرض (سل) سے ہلاک نہیں ہوا؟ اور وہ فرشتوں کی کھچی ہوئی "تلوار سے مَقتول" نہیں کیا گیا؟ اگر یہ سب واقعات سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں کون سے شک و شبہ کی گنجائش ہے؟

۲۔ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

سوال:۔ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کی موت کی پیشگوئی کی؟

جواب:۔ یہ افتراء ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز ثناء اللہ کی موت کی پیشگوئی نہیں کی چنانچہ آپ اشتہار "آخری فیصلہ" میں لکھتے ہیں۔ "یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۵۷۹ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کوئی مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور نے ثناء اللہ کے متعلق حضور کی زندگی میں مرنے کی پیشگوئی کی تھی۔ ہاں اس کو دعوتِ مباہلہ دی تھی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں تمام علماء، گدی نشینوں اور پیروں کو "آخری فیصلہ" (مباہلہ) کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔ وَاٰخِرُ الْعِلَاجِ خُرُوْجُكُمْ اِلٰی بَرَازِ الْمُبَاهَلَةِ..... هٰذَا اٰخِرُ حِيَلٍ اَرَدْنَاهُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ (انجام آتھم ص۱۶۵ مطبع ضیاء الاسلام قادیان) کہ آخری علاج تمہارے لئے میدانِ مباہلہ میں نکلنا ہے ...... اور یہی آخری طریق فیصلہ ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔

اس دعوتِ مباہلہ میں آپ نے فرمایا کہ فریقین ایک دوسرے کے حق میں بددعا کریں کہ فریقین میں سے جو فریق جھوٹا ہے، اے خدا تو اس کو ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔

(انجام آتھم ص۶۶ مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان)

اور اس کے بعد لکھا:۔

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ توہین و تکفیر کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔"

(ایضاً صفحہ ۶۷)

اس رسالہ کے مخاطبین میں سے مولوی ثناء اللہ کا نمبر ۱۱ تھا۔ مولوی صاحب نے اس چیلنج کا کچھ جواب نہ دیا، اور اپنی مُہرِ خاموشی سے اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کی صداقت پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی، لیکن جب ہر طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا تو اُس بدقسمت جانور کی طرح جو شیر کو دیکھ کر انتہائی بدحواسی سے خود ہی اس پر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مباہلہ پر آمادگی ظاہر کی۔ جس کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے لکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

"مولوی ثناءاللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ مَیں اس طور کے فیصلہ کے لئے بہ دل خواہش مند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دُعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔"

(اعجاز احمدی صفحہ ۱۴ پہلا ایڈیشن)

"اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔"

اعجاز احمدی صفحہ ۱۴ ایڈیشن اوّل

ثنائی حیلہ جوئی

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے، اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔۔۔۔ مَیں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں۔"

(الہاماتِ مرزا صفحہ ۸۵ طبع دوم و صفحہ ۱۱۱ طبع ششم)

لیکن جب پھر ہر طرف سے لعن طعن ہوئی تو لکھا:-

ثناءاللہ کی دوبارہ آمادگی

"البتہ آیتِ ثانیہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ۔۔۔۔۔۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔۔۔۔ سورۃ آل عمران: ۶۲) پر عمل کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ مَیں اب بھی ایسے مباہلہ کے لئے تیار ہوں جو آیت مرقومہ سے ثابت ہوتا ہے جسے مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔" (اہلحدیث ۲۲ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۴)

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گورو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدانِ عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مُباہلہ کرکے آسمانی ذلت اُٹھا چکے ہو (جھوٹ ہے وہاں ہرگز کوئی ایسا مباہلہ نہیں ہوا۔ جس میں فریقین نے ایک دوسرے کے حق میں بددُعا کی ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کوئی بددُعا نہیں کی تھی، خادم) اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت دی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو، سب اُمت کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔"

(اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

مولوی ثناءاللہ صاحب کی یہ تحریر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی ہے مگر اس سے کچھ دن قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں (جو اُس وقت زیر تصنیف تھی) یہ تحریر فرماچکے تھے کہ "مَیں بخوشی قبول کروں گا، اگر وہ (ثناءاللہ) مجھ سے درخواست مباہلہ کریں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳ و روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۶۲)

"مباہلہ کی درخواست کرے۔" (ایضاً صفحہ ۳۲) و (ایضاً صفحہ ۴۶۵)

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء کی ہے جیسا کہ تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۶ سطر ۱۰ سے معلوم

ہوتا ہے۔ اس تحریر سے ظاہر ہے کہ حضرت کا ارادہ یہ تھا کہ اب اگر مولوی ثناء اللہ مباہلہ پر آمادگی ظاہر کرے تو اسے بھاگنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب اس نے ۲۹، مارچ ۱۹۰۷ء کو دعوتِ مباہلہ دی (جو اوپر درج ہو چکی ہے) تو حضرت کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب بدر ۴، اپریل ۱۹۰۷ء میں دیا گیا لیکن مولوی ثناء اللہ پھر فرار کی راہ اختیار کرنے لگا، جیسا کہ اس کے جواب میں مندرجہ اہل حدیث ۱۹، اپریل ۱۹۰۷ء سے ظاہر ہے۔ تو اس کے جواب کی اشاعت سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو اس کے ارادہ سے مطلع فرما دیا اور حضور نے ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء کا اشتہار آخری فیصلہ شائع فرما دیا تاکہ ثناء اللہ کے لئے گول مول کر کے ٹالنے کی گنجائش ہی نہ رہے اور وہ مجبور ہو کر تصرف الٰہی کے ماتحت موت کو اپنے سر پر سوار دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے لکھدے کہ " تمہاری یہ تحریر مجھے منظور نہیں، اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے " (اخبار اہل حدیث ۲۶، اپریل ۱۹۰۷ء) چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل کیجاتی ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

"مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ مرزا صاحبؑ نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔ بیشک (آپ) قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص (حضرت مسیح موعودؑ) اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ آیا ہے"

(اخبار بدر ۴، اپریل ۱۹۰۷ء)

ثنائی فرار

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا، میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی ظاہر کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے" (اہلحدیث ۱۹، اپریل ۱۹۰۷ء صـ۴)

ابھی یہ ثنائی فرار معرض ظہور میں نہیں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علیم و خبیر ہے اپنے مسیح موعودؑ کو اس کی اطلاع دیکر اپنے شکار کو دنیا کے سامنے شرمندہ کرنے کے لئے ایک طریق کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ اس کے مطابق حضور نے آخری اتمام حجت کے طور پر ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنی طرف سے "دعاء مباہلہ" مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ "آخری فیصلہ" کے عنوان سے شائع فرمادی جس میں اپنی طرف سے دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ سچے کی زندگی میں جھوٹے کو ہلاک کر دے اور بالآخر لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس اشتہار کو اہلحدیث میں شائع فرما کر "جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار کو اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اور اس کے نیچے یہ لکھا:-

"اول - اس دُعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی، اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔"
(اخبار اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء)

"تمہاری یہ تحریر کسی صورت میں بھی فیصلہ کُن نہیں ہو سکتی۔" (ایضاً)

"میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اَور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔"

"خُدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت میں نہ پڑے مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دُعا کرتے ہیں۔"

"خُدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اَور بھی بُرے کام کریں۔"

نوٹ:- یہ آخری عبارت نائب ایڈیٹر کی طرف سے لکھی گئی مگر مولوی ثناء اللہ نے اس کی تصدیق کی اور لکھا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں"۔ (اہلحدیث ۳۱ر جولائی ۱۹۰۷ء)

"مختصر یہ کہ ..... یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔"
(اقتباسات از اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، ۶)

مولوی ثناء اللہ پھر لکھتا ہے:-

"آنحضرت صلعم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرما گئے، اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔"
(مرقع قادیانی اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

"کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں، مر گئے تو کیا دیکھیں گے اور کیا ہدایت پائیں گے۔"
(اخبار وطن امرتسر ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی پرانی عادت کے مطابق نجران کے عیسائیوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مُباہلہ سے فرار اختیار کیا، اس لئے مباہلہ نہ ہوا اور ثناء اللہ کو خدا تعالیٰ نے اس کے تسلیم کردہ اصول کے رو سے "جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان" لوگوں کی طرح لمبی عمر دی اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کے پیچھے زندہ رکھ کر "مسیلمہ کذاب" ثابت کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار "مسودہ مُباہلہ" ہے جس طرح قرآن مجید کی آیت مباہلہ میں لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (سورۃ آل عمران: ۶۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے "مسودہ مباہلہ" تھی۔ وہاں چونکہ عیسائی بھاگ گئے اس لئے مباہلہ نہ ہوا اور وہ نہ مرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى كُلِّهِمْ حَتّٰى يَهْلِكُوْا (تفسیر کبیر لفخر الرازی جلد ۸ صفحہ ۸۵ مصری مطبوعہ ۱۹۳۸ء پہلا ایڈیشن) اگر عیسائی مباہلہ کر لیتے اور آنحضرتؐ کی طرح لعنۃ اللہ علی الکاذبین

کہدیتے تو ان میں سے ہر ایک ایک سال کے اندر ہلاک ہو جاتا۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں میدانِ مباہلہ سے بھاگ نہ جاتا۔ اور حضرت کی خواہش کے مطابق وہی بددعا کرتا تو یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"اگر اس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوتے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجاتے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔" (اعجاز احمدی ص۳۷)

پس جس طرح وہاں پر نجران کے عیسائیوں کا فرار "خدائی فیصلہ بروئے مباہلہ" کے رستہ میں روک ثابت ہوا۔ یہاں بھی ثناء اللہ کا مندرجہ بالا فرار اس کو ہلاکت سے بچا گیا۔ نہ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرتؐ سے بڑے ہیں اور نہ مولوی ثناء اللہ نجران کے عیسائیوں سے بڑا ہے۔

اشتہار آخری فیصلہ مسودۂ مباہلہ تھا

۱۔ خود مولوی ثناء اللہ لکھتا ہے:۔ "کرشن قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔" (مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء ص۱۸)

۲۔ "آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا کھلا مباہلہ نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ گول مول رکھا کرتے تھے۔" (اشتہار مرزا قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ شائع کردہ ثناء اللہ ۲۱ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اشتہار کا عنوان ہے۔ "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیہ) اور مولوی ثناء اللہ کے نزدیک "آخری فیصلہ" مباہلہ ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔

"ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں، کسی علمی بات کو نہ سمجھیں بغرض "بدرا بدر باید رسانید" کہہ دے کہ آؤ ایک آخری فیصلہ بھی سنو، ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں، اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلائیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ خدا خود فیصلہ دنیا میں ہی کر دے گا۔"

(تفسیر ثنائی جلد اصفحہ ۲۲۲، ۲۲۳، ادارہ ترجمان السنۃ ۷ ایبک روڈ انارکلی لاہور)

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک بھی یہ دعائے مباہلہ ہی تھی جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:۔

"مباہلہ بھی ایک آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے بھی نصاریٰ کو مباہلہ کے واسطے طلب کیا تھا۔ مگر ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی۔" (بدر ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء)

۵۔ حضرت اقدسؑ نے بعینہٖ "آخری فیصلہ" والی دعا کے مطابق ایک اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے متعلق شائع فرمایا تھا۔ اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔" (راز حقیقت ضمیمہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

"اب یہ اشتہار ۵ار نومبر ۱۹۰۸ء "ایک آخری فیصلہ" ہے چاہیئے کہ ہر ایک طالب صادق صبر سے انتظار کرے" (راز حقیقت صہ ۱۴)

گویا حضرتؑ نے اس اشتہار کو جو "مباہلہ" کے رنگ میں ہے ایک "دعا" پر مشتمل تھا "آخری فیصلہ" قرار دے کر بتا دیا ہے کہ حضور کے نزدیک آخری فیصلہ سے مراد مباہلہ ہی ہوتا ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صہ ۵۵)

حضور تحریر فرماتے ہیں "کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں"

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صہ ۵۲ نیز مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صہ ۵۸)

(۶) حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک صرف اور صرف مباہلہ کی صورت میں جھوٹا سچے کی زندگی میں مرتا ہے، جیسا کہ حضور تحریر فرماتے ہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا ہی لکھا، ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے کیا آنحضرتؐ کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہلاک ہو گئے تھے ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔ ہم تو ایسی باتیں سُنکر حیران ہو جاتے ہیں۔ دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر کے پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وہ کمال کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ایسا ہوا کہ سب اعداء مر گئے ہوں، بلکہ کافر منافق باقی رہ گئے تھے، ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں، ایسے اعتراض کرنے والے سے پوچھیں کہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہوجاتے ہیں، وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صہ ۹)

۷۔ ثناءاللہ اگر اس کو اشتہار مباہلہ نہ سمجھتا تھا تو اس کے جواب میں یہ کیوں لکھا تھا کہ "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی، اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا" (اخبار اہل حدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۷ء) کیونکہ ظاہر ہے کہ یکطرفہ بد دعا کے لئے دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ منظوری یا عدم منظوری کا سوال صرف اور صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ دعائے مباہلہ ہو۔

۸۔ عنوان اشتہار ہے "مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صہ ۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیہ) "ساتھ" کا لفظ صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہ یکطرفہ دعا نہیں بلکہ دونوں فریقوں کی رضامندی کا سوال ہے۔ اگر یکطرفہ دعا ہوتی تو "مولوی ثناءاللہ صاحب کے متعلق آخری فیصلہ" ہونا چاہیئے تھا۔ مجسٹریٹ جب فیصلہ کرتا ہے تو "زید یا بکر کے متعلق" فیصلہ کرتا ہے، لیکن جب یہ کہا جائے کہ "زید نے بکر کے ساتھ فیصلہ کیا" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید اور بکر دونوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ ہوا۔ اگر ایک فریق بھی

نارضامند ہو تو اندریں صورت وہ فیصلہ قائم نہ رہے گا۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ اس فیصلہ پر رضامند نہ ہوا اور لکھا کہ

"یہ تحریر مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" (اخبار اہلحدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۷ء)

تو وہ دُعا "فیصلہ" نہ رہی۔ اسی وجہ سے ثناء اللہ نے بھی لکھا تھا کہ:۔

"یہ دُعا فیصلہ کُن نہیں ہو سکتی۔"

۹۔ حضرت اقدسؑ کا لکھنا کہ "جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹ اشتہار مرقومہ ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ") صاف طور پر بتاتا ہے کہ حضرت اس مسودۂ مباہلہ کو مکمل اسی صورت میں سمجھتے تھے جب ثناء اللہ بھی اس کے نیچے اپنی منظوری لکھ دے۔ ورنہ اگر یکطرفہ دُعا ہوتی تو اس کے نیچے ثناء اللہ کے لکھنے یا نہ لکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

۱۰۔ حضرت اقدسؑ کا لکھنا کہ "اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹ مرقومہ ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء) صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ حضرت کا منشاء یہی تھا کہ ثناء اللہ کے ہاتھ سے حضور کی دُعا اور اپنی تصدیق دونوں ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں۔ تا مسودہ مباہلہ مکمل ہو کر ثناء اللہ کا خاتمہ کر دے۔

۱۱۔ مولوی ثناء اللہ خود لکھتا ہے:۔

"مرزا جی نے میرے ساتھ مُباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا۔" (مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

۱۲۔ "وہ (حضرت مسیح موعودؑ) اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اُٹھا تھا کہ اہلحدیث نے میری عبارت کو ہلا دیا ہے۔" (اہلحدیث ۱۹ رجون ۱۹۰۸ء)

۱۳۔ حضورؑ لکھتے ہیں:۔

"مَیں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلّت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو جاتا ہے۔"

اور ہم ابھی حضرتؑ کے ملفوظات (از الحکم ۱۰ راکتوبر ۱۹۰۷ء) سے دکھا چکے ہیں کہ یہ اصل صرف اور صرف مُباہلہ ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔

۱۴۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے اس اشتہار میں جو انجام جھوٹے کا تحریر فرمایا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو انجام آتھم میں حضرتؑ نے جھوٹا مُباہلہ کرنیوالے کا تحریر فرمایا ہے۔ دیکھیں انجام آتھم صفحہ ۶۵ تا ۷۲ نیز دیکھیں صفحہ ۱۹۵۔

۱۵۔ مولوی ثناء اللہ لکھتا ہے: "مرزائیو! کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کے لئے بُلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام لو۔" (اہلحدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۷ء)

اگر حضورؑ کا اشتہار ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹) محض یکطرفہ بددُعا تھی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو پہلے انبیاء میں نہ ملتی ہو اور جس کا ثناء اللہ کو انکار ہو جیسا کہ وہ لکھتا ہے:۔

"اس قسم کے واقعات بےشمار ملتے ہیں جن میں حضرات انبیاء علیہم السلام نے مخالفوں پر بد دعائیں کیں۔"
(روئداد مباحثہ لدھیانہ ص۶۰)

پس مولوی ثناء اللہ کے مطالبہ کا مطلب صرف یہی ہے کہ انبیاءؑ جب مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں تو پہلے اپنے مخالفوں کی منظوری لے لیتے ہیں۔ یہاں پر حضرت نے ثناء اللہ کی بغیر منظوری کے اسکو شائع کر دیا۔ پس ثناء اللہ اس طریق کار کی مثال مانگتا تھا نہ کہ محض بد دُعا کی۔ کیونکہ اس کے لئے منظوری کی ضرورت نہیں۔

ثنائی عذرات

ثناء اللہ کو عذر ہے کہ مباہلہ کے لئے شرط یہ تھی کہ حقیقۃ الوحی شائع ہونے اور ثناء اللہ کو بذریعہ رجسٹری بھیجنے کے بعد مباہلہ ہوگا۔ اب حضرت اقدسؑ نے حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے قبل ہی اسکو کیوں شائع کر دیا؟

سو اس کا جواب یہ ہے کہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء میں جب چیلنج مباہلہ دیا تو حضرتؑ نے اس کو مہلت دینا ہی پسند فرمایا کہ" باوجود اسقدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کرکے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔ (بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء ص۳ کالم ۲) لیکن چونکہ ثناء اللہ نے ۱۹ر اپریل ۱۹۰۷ء ص۴ کے اہلحدیث میں پھر فرار اختیار کر لینا تھا (جس کا حوالہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ص۴۲) اور خدا تعالیٰ کو اس کا علم تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۵ر اپریل ہی کو اس کے فرار کے شائع ہونے سے پہلے ہی دُعا مُباہلہ لکھنے کی ہدایت فرما دی، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:۔

"ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔" (بدر ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء ص۷ کالم ۲)

حضرت اقدسؑ کا ثناء اللہ سے کوئی "معاہدہ" نہ تھا کہ حقیقۃ الوحی چھپنے تک مباہلہ نہ ہوگا۔ یہ صرف حضورؑ کا اپنا ارادہ تھا بوجہ رحم کے۔ ثناء اللہ نے اس تجویز کی منظوری کا اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ "معاہدہ" کی صورت اختیار کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے ارادہ کو (بوجہ اس فرار کے جو ثناء اللہ کرنیوالا تھا) بدل دیا۔ اس بات کا ثناء اللہ کے لئے کوئی فرق نہ تھا کہ مباہلہ حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے پہلے ہو یا بعد میں۔ کیونکہ وہ تو ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء ص۱۰ کے اہلحدیث میں مباہلہ پر آمادگی ظاہر کر چکا تھا۔ اب مباہلہ حقیقۃ الوحی کے چھپنے سے قبل ہو یا بعد میں یہ حضرتؑ کی مرضی پر موقوف تھا۔ حضورؑ کا ارادہ کتاب کے چھپنے کے بعد مباہلہ کرنے کا تھا، تا ثناء اللہ کو ایک اور موقعہ دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ثناء اللہ کی بدنیتی کو دیکھ کر فوراً حضرتؑ کے ارادہ کو بدل دیا پس ثناء اللہ کا اعتراض کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

٭٭٭

ایڈیٹر صاحب بدر کی تحریر

باقی رہا مولوی ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ بدر ۱۳؍ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ میں ایڈیٹر صاحب بدر نے لکھا ہے کہ مباہلہ قرار نہیں پایا، تو اس کا جواب یہ ہے (۱) مولوی ثناء اللہ خود مانتا ہے کہ یہ تحریر ایڈیٹر صاحب بدر کی اپنی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: "بے نور بدر کے ایڈیٹر نے کمال ایمانداری سے اپنا جواب تو شائع کر دیا" (مرقع قادیانی نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۲۲)۔ (ب) خود ایڈیٹر صاحب مفتی محمد صادق صاحب اخبار بدر کا بیان ہے کہ یہ تحریر ان کی اپنی طرف سے تھی، حضور (مسیح موعودؑ) کے حکم یا علم سے نہیں لکھی گئی، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں :-

"اخبار بدر مورخہ ۱۳؍ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ کالم ۱ میں جو نوٹ بعنوان "نقل خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب" شائع ہوا ہے، یہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مطالبہ حقیقۃ الوحی کا جواب ہے جو میں نے خود لکھا تھا اور یہ میرے ہی الفاظ ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہ دی تھی، میں نے اپنی طرف سے جواب لکھ دیا تھا اس بیان کی اشاعت مناسب ہے تاکہ کوئی شخص اس نوٹ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کر کے مغالطہ نہ دے سکے۔" (تجلیاتِ رحمانیہ صفحہ ۱۴۳ بار اول از قلم ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۱ء)

جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں حضرت مسیح موعودؑ اس اشتہار کو دعائے مباہلہ سمجھتے ہیں اور خود مولوی ثناء اللہ بھی اس کو دعائے مباہلہ ہی قرار دیتا تھا تو اس کے بالمقابل ایڈیٹر صاحب بدر کی تحریر حجت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ خود اہلحدیث حدیث کے مقابلہ میں کسی صحابی بلکہ حضرت علیؓ کی تفسیر تک کو نہیں مانتے۔
(اہلحدیث ۲؍ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۲ کالم ۱ زیر عنوان "اقتداء اہلِ حدیث")

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اَیَّدَہُ اللہُ تعالیٰ کی تحریر

مولوی ثناء اللہ یہ کہا کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے موقعہ پر جو مضمون "محمود اور خدائی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ" بعنوان "صادقوں کی روشنی" شائع کیا اس میں لکھا ہے کہ "یہ دعا دعائے مباہلہ نہیں تھی۔ اب تم کیوں اس کو مباہلہ کی دعا قرار دیتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صریحاً دھوکہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اشتہار "آخری فیصلہ" دعائے مباہلہ نہ تھا۔ کیونکہ مباہلہ تو اس صورت میں ہوتا کہ ثناء اللہ بھی بالمقابل قسم کھاتا یا دعا کرتا۔ مگر چونکہ اس نے بالمقابل دعا نہیں کی اس لئے مباہلہ نہیں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اسی مضمون میں صفائی اور صراحت کے ساتھ اس مجوزہ طریق کار کو "مباہلہ" قرار دیا ہے اور پھر ثناء اللہ کے انکار کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ مباہلہ نہیں ہوا۔ چنانچہ چند اقتباسات اس مضمون سے یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

(۱) "یہ ایک فیصلہ کا طریق تھا جس سے جھوٹے اور سچے میں فرق ہو جائے اور اس کی غرض سوائے اس

کے کچھ نہ تھی کہ حق اور باطل میں کچھ ایسا امتیاز پیدا ہو جاتے کہ ایک گروہ بنی نوع انسان کا اصل واقعات کی تہ تک پہنچ جاتے اور شرافت اور نیکی کا مقتضا یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ اس دُعا کو پڑھ کر اپنے اخبار میں شائع کر دیتا کہ ہاں مجھ کو یہ فیصلہ منظور ہے مگر جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں اس کو سوائے ہوشیاری اور چالاکی کے اور کسی بات سے تعلق ہی نہیں۔ اور اگر وہ ایسا کرتا تو خدا تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا اور ثناء اللہ اپنی تمام گندہ دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا اور اُسے معلوم ہو جاتا کہ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو جھوٹوں اور سچوں میں فرق کر دکھلاتی ہے اور وہ جو بدی اور بدذاتی کرتا ہے اپنے کئے کی سزا کو پہنچتا ہے اور شریر اپنی شرارت کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ مگر جبکہ برخلاف اس کے اس نے اس فیصلہ سے بھی انکار کیا اور لکھ دیا کہ مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تو آج جبکہ حضرت صاحبؑ فوت ہو گئے ہیں اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے، کہاں تک انصاف پر مبنی ہے؟"

(تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۶، ۷ صفحہ ۵۵، صفحہ ۵۹ بابت ماہ جون، جولائی ۱۹۰۸ء
زیر عنوان محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ باب دوئم مولوی ثناء اللہ امرتسری)

(۲) "یہ جان بوجھ کر حضرتؑ کی وفات کو اس دُعا کی بناء پر قرار دیتا ہے کیونکہ باوجود اقرار کرنے کے کہ مَیں نے انکار کر دیا تھا پھر اپنی سچائی ظاہر کرتا ہے۔ کیا یہ اتنی بات سمجھنے سے بھی قاصر ہے کہ اس مباہلہ یا دُعا کی ضرورت تو سچے اور جھوٹے کے فیصلہ کے لئے تھی؟" (ایضاً صفحہ ۹۳)

(۳) "اُس وقت تو سچائی کے رُعب میں آ کر اس نے حیلہ بازی سے اپنا سر عذابِ الٰہی کے نیچے سے نکالنا چاہا۔ مگر جبکہ اس کے انکارِ مُباہلہ سے وہ عذاب اور طرح سے بدل گیا تو اس نے اس منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دوہرانا شروع کر دیا؟" (ایضاً صفحہ ۹۳)

مندرجہ بالا تینوں اقتباسات سے صاف طور پر عیاں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مسودہ اور دُعائے مُباہلہ ہی قرار دیا ہے اور ثناء اللہ کے انکار کو انکارِ مُباہلہ کے لقب سے موسوم کیا ہے۔ پس ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ حضرتؑ نے اس کو دُعائے مُباہلہ قرار نہیں دیا سرتاسر دھوکہ ہے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حافظ محمد حسن مرحوم اہلحدیث لاہور کے مطالبہ کے جواب میں مندرجہ ذیل حلفی بیان دیا:۔

"مَیں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر اس اعلان کے مطابق آتے جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف ۱۹۰۷ء میں کیا تھا تو وہ ضرور ہلاک ہوتے، اور مجھے یہ یقین ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جو مَیں نے مضمون لکھا تھا اس میں بھی لکھ چکا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا وہ دُعاء مُباہلہ تھی۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے مقابل پر دُعا نہیں کی بلکہ اس کے مطابق فیصلہ چاہنے سے انکار کر دیا وہ مباہلہ کی صورت میں تبدیل نہ ہوئی اور مولوی صاحب عذاب سے ایک مدت کے لئے بچ گئے۔ میری اس تحریر

کے شاہد میری کتاب "صادقوں کی روشنی" از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی (ایڈیشن اول ۲ر جولائی ۱۹۰۷ء شائع شدہ) کے یہ فقرات ہیں :۔

"مگر جب کہ اس کے انکارِ مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح سے بدل گیا تو اس نے منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دُہرانا شروع کر دیا"۔ نیز "اگر وہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا اور ثناء اللہ اپنی گستاخیوں کا مزہ چکھ لیتا"۔ (صادقوں کی روشنی صفحہ ۳۰) غرض میرا یہ ہمیشہ سے یقین ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا دُعاء مُباہلہ تھی لیکن بوجہ اس کے کہ مولوی صاحب نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا وہ دُعا مُباہلہ نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے عذاب کے طریق کو بدل دیا۔"

خاکسار
مرزا محمود احمد ۳۱/۳/۱۴

جُملہ خبریہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کہا کرتے ہیں کہ "آخری فیصلہ" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیہ) کے اشتہار میں سب جُملے خبریہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اشتہار بطور پیشگوئی کے ہے۔ نیز حضرت کا الہام ہے اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (الہام مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ صفحہ ۷۰۱ ایڈیشن سوم ۱۹۶۹ء از الشرکۃ الاسلامیہ، مطبوعہ بدر جلد ۶ نمبر ۱۶ ۱۸ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۳ ۱۷ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

۱۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرتؑ نے اس میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ "یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے فیصلہ چاہا ہے"۔ پھر اس کو کس طرح پیشگوئی قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور پھر "دُعا" کو "جملہ خبریہ" قرار دینا بھی ثناء اللہ جیسے "عالم" کے سوا اور کسی کا کام نہیں کیونکہ "دعا" کبھی جملہ خبریہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہمیشہ "جملہ انشائیہ" ہوتا ہے۔

۲۔ حضرتؑ کا الہام اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ ...... اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ اسی دُعا کے متعلق ہے تو پھر بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ دُعائے مباہلہ تھی جس کا نتیجہ اس صورت میں نکلنا تھا کہ فریقین اس پر متفق ہو جاتے اور اس کی منظوری کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اگر فریق ثانی نے اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیا تو یقیناً یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے نجران کے مغرور عیسائیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ لَـمَّا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى كُلُّهُمْ حَتّٰى يَهْلِكُوْا (تفسیر کبیر للامام الفخر الرازی صفحہ ۸۵ جلد ۸ مصری نیا ایڈیشن ۱۹۳۸ء زیر آیت ۶۲ سورۃ آل عمران صفحہ ۶۹۹) گویا آنحضرتؐ کی طرف سے جو دُعا لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران: ۶۲) قرآن مجید میں مذکور ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ اور اگر عیسائی اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیتے تو وہ یقیناً یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

لطیفہ۔ ثناء اللہ :۔ آپ لوگ تو مجھ کو ابوجہل کہا کرتے ہیں۔ خدا نے مرزا صاحب کی دُعا کے اثر کو ابوجہل کی خواہش کے مطابق کیوں بدل دیا؟ ابوجہل تو آنحضرتؐ سے پہلے مر گیا تھا۔

احمدی:۔ اگر محض یہ دُعا ہوتی تو نہ ملتی۔ وہ دُعائے مُباہلہ تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق سچے کے بالمقابل جھوٹے فریق کی منظوری بھی ضروری ہے (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے) لیکن ابوجہل اوّل نے تو بددُعا کی تھی کہ اے اللہ اگر آنحضرتؐ سچے ہیں تو مجھ کو ہلاک کر۔ اس سے وہ ہلاک ہو گیا تم بھی ذرا اسی قسم کی بددُعا کرو، پھر اگر بچ جاؤ تو ہم تمہیں "ابوجہل" نہیں کہیں گے۔ تم "ابوجہل" کے لقب پر فخر کیا کرتے ہو، ذرا ابوجہل کی مماثلت کو پورا بھی کرو تو بات ہے۔ بددُعا کرکے پھر بچ کر یہ ثابت کیوں نہیں کر دیتے کہ درحقیقت تم ابوجہل نہیں ہو؟

ایک اور ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک مولوی ثناء اللہ اشتہار آخری فیصلہ کو "دُعائے مباہلہ" اور "مسودہ مُباہلہ" ہی سمجھتا رہا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء (تاریخ دُعا) سے ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے چند دن پہلے اپنے ایک مضمون میں جو مُرقع قادیانی میں پہلی جون کو چھپا لکھتا ہے:۔

"مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو! اب کس وقت کے منتظر ہو۔ تمہارے پیرِ مغاں کی مقرر کردہ مُباہلہ کی میعاد کا زمانہ تو گزر گیا"

(مرقع قادیانی یکم جون ۱۹۰۸ء ص۱۸)

گویا وہ اس اشتہار کو دُعا مُباہلہ ہی قرار دیتا ہے، مگر کہتا ہے کہ دیکھ لو میں ایک سال میں نہیں مرا اور نہ مرزا صاحب فوت ہوئے۔ لہٰذا وہ دُعا بے اثر گئی لیکن جب بعد ازاں حضورؑ فوت ہو گئے تو جھٹ کہنے لگ گیا کہ مُباہلہ کے نتیجہ میں مرزا صاحبؑ فوت ہوئے ہیں۔ اس پر جب اسے پکڑا گیا کہ مُباہلہ تو اس صورت میں ہوتا کہ تم بھی اس کا اقرار کرکے بددُعا کرتے، تو (اپنی غلطی محسوس کرتے ہوتے) جھٹ پینترا بدلا۔ اور اب یہ کہتا ہے کہ وہ مُباہلہ کی دُعا نہیں تھی، بلکہ یک طرفہ دُعا تھی۔ سچ ہے جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں ؎

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۱ و درثمین اُردو ص۱۲۰)

۴۔ اپنی عمر کے متعلق پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ثَمَانِيْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ (الہام ۱۸۶۵ء۔ تذکرہ صفحہ ۴۹۰ از الشرکۃ الاسلامیہ) کہ تیری عمر اسّی برس یا اس کے قریب ہوگی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:"جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر ۷۴ اور چھیاسی ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷ حاشیہ)

m0491 (1446x2424x256 jpeg)

پھر حضورؑ کو الہام ہوا:۔
"اسّی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم"

(حقیقۃ الوحی ص۹۶)

چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ ساڑھے پچہتر (۷۵½) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

طرزِ تحقیق

کسی کی عمر کا ٹھیک ٹھیک حساب لگانے کے لئے دو باتوں کا علم ضروری ہے:۔
(۱) تاریخ پیدائش۔ (۲) تاریخ وفات۔حضرت اقدسؑ کی تاریخ وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہے۔مگر حضور کی تاریخ پیدائش حضرت کی کسی کتاب میں درج نہیں۔کیونکہ حضورؑ کی پیدائش جس زمانہ میں ہوئی اس میں پیدائش کی یادداشت رکھنے کا دستور نہ تھا اور نہ کوئی سرکاری رجسٹر تھے جن میں اس کا اندراج ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ بعض اندازوں کے باعث حضرت صاحبؑ کی عمر کے متعلق متعدد تحریرات میں مختلف اندازے لکھے ہوتے ہیں۔چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔
"عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت جو سن ہجری ۱۳۲۳ھ ہے میری عمر ستّر برس کے قریب ہے۔ واللہ اعلم"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۳)

پس معلوم ہوا کہ حضور کی تاریخ پیدائش محفوظ نہیں۔ بایں بعض ایسے قرائن اور تعیینیں حضرتؑ کے ملفوظات میں موجود ہیں جن سے صحیح اور پکا اور پختہ علم حضور کی تاریخ پیدائش کا ہو جاتا ہے۔چنانچہ از رُوئے حساب حضور کی تاریخ پیدائش ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ ثابت ہوتی ہے جس کے لئے جو دلائل ہیں ان کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اندازہ عمر میں اختلاف

لیکن پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ عمر کے اندازہ میں اختلاف کوئی قابل اعتراض چیز نہیں۔ایسا اختلاف ابتداء سے ہی چلا آتا ہے۔چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر کے اندازے میں بھی اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو:۔
"بعض ساٹھ برس کی اور بعض باسٹھ برس چھ مہینے کی اور بعض پینسٹھ برس کی کہتے ہیں۔مگر ارباب تحقیق ترسیٹھ برس لکھتے ہیں"

(احوال الانبیاء فی تفریح الاذکیاء باب تتمہ در احوال جناب رسالتماب جلد ۲ ص۳۳۰)

اب دیکھ لو کہ باوجود اس کے کہ آنحضرتؐ کی پیدائش کے تمام حالات محفوظ ہیں پھر بھی حضور کی تاریخ

ولادت کے متعلق اختلاف ہے اور یہ محض اندازہ کے باعث ہے۔ پس اسی قسم کا اختلاف حضرت اقدسؑ کی عمر کے متعلق بھی ہے۔ اور مختلف مقامات پر محض اندازاً عمر لکھی گئی ہے جو حساب کر کے اور گن کر نہیں بتائی گئی، جیسے عام طریق ہے کہ عمر کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ فلاں کی عمر ۶۰ - ۷۰ کی ہوگی۔ وہ ۷۰ - ۸۰ کا ہے میری عمر ۴۰ - ۴۵ سال کی ہے۔ اب خواہ ۵ - ۱۰ سال کا اختلاف کتنا اہم ہو پھر بھی طریق کلام یہی ہے۔ پس محض اسی قسم کے اندازہ کو بطور دلیل پیش کرنا اور "تناقض" قرار دے کر اس پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔

تاریخ پیدائش کی تعیین

ہم نے حضرتؑ کی جو تاریخ ولادت لکھی ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل دلائل ہیں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) "عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے"۔
(تحفہ گولڑویہ ص۱۱ حاشیہ طبع اول)

(۲) "میری پیدائش کا مہینہ پھاگن تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ تھی، جمعہ کا دن تھا اور پچھلی رات کا وقت تھا"
(ذکر حبیب از مفتی محمد صادق صاحب ص۲۳۸ و ص۲۳۹)

اب مندرجہ بالا قطعی اور یقینی تعیین سے کہ جس میں کسی غلطی یا غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا از روئے حساب معلوم کرنا نہایت آسان ہے کیونکہ پھاگن کے مہینہ میں جمعہ کا دن اور چاند کی چودھویں تاریخ مندرجہ ذیل سالوں میں جمع ہوئیں:-

(تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

تاریخ انگریزی	تاریخ اسلامی (چاند)	دن	تاریخ ہندی	
۴ر فروری ۱۸۳۱ء	۲۰ر شعبان ۱۲۴۶ھ	جمعہ	۷ر پھاگن ۱۸۸۸ بکرم	تقویم عمری ایک سو پچیس برس کی جنتری صفحہ ۱۰۱ مرتبہ میاں معراج الدین عمر معراج منزل نولکھا لاہور
۱۷ر فروری ۱۸۳۲ء	۱۴ر رمضان ۱۲۴۷ھ	جمعہ	یکم پھاگن ۱۸۸۸ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۰۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۸ر فروری ۱۸۳۳ء	۱۷ر رمضان ۱۲۴۸ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۸۹ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۰۵ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۸ر فروری ۱۸۳۴ء	۱۸ر شوال ۱۲۴۹ھ	جمعہ	۵ر پھاگن ۱۸۹۰ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۰۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء	۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ	جمعہ	یکم پھاگن ۱۸۹۱ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۰۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۵ر فروری ۱۸۳۶ء	۱۷ر شوال ۱۲۵۱ھ	جمعہ	۳ر پھاگن ۱۸۹۲ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۱ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۴ر فروری ۱۸۳۷ء	۱۸ر ذیقعد ۱۲۵۲ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۹۳ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۹ر فروری ۱۸۳۸ء	۲۰ر ذیقعد ۱۲۵۳ھ	جمعہ	۷ر پھاگن ۱۸۹۴ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۵ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
یکم فروری ۱۸۳۹ء	۱۵ر ذیقعد ۱۲۵۴ھ	جمعہ	۳ر پھاگن ۱۸۹۵ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۲۱ر فروری ۱۸۴۰ء	۱۶ر ذی الحج ۱۲۵۵ھ	جمعہ	۴ر پھاگن ۱۸۹۶ بکرم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(التوفیقات الالہامیہ مصری از محمد مختار پاشا مصری صفحہ ۴۲۲ و صفحہ ۴۲۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۰۱ تا صفحہ ۱۱۹ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۷ر فروری ۱۸۳۲ء - ۱۴ر رمضان ۱۲۴۷ھ جمعہ - یکم پھاگن ۱۸۸۸ بکرمی (التوفیقات الالہامیہ از محمد مختار پاشا مصری صفحہ ۴۲۳)

۲۱ر فروری ۱۸۴۰ء - ۱۶ر ذی الحج ۱۲۵۵ھ - جمعہ - ۴ پھاگن ۱۸۹۶ بکرمی (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۴۲۸)

(دیکھو توفیقاتِ الہامیہ مصری و تقویم عمری ہندی)

اس نقشہ سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ماہ پھاگن میں جمعہ کو چاند کی چودھویں تاریخ صرف دو سالوں میں آئی۔ (۱) ۱۷ فروری ۱۸۳۲ء۔ (۲) ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ ہجری۔

اب حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تحریرات کو دیکھیں تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی تاریخ درست ہے۔

"یہ عجیب امر ہے اور میں اسکو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ۱۲۹۰ ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرفِ مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۹۹ پہلا ایڈیشن)

گویا ٹھیک ۱۲۹۰ھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سلسلہ وحی والہام شروع ہوا اس وقت حضورؑ کی عمر کتنی تھی؟ فرماتے ہیں:۔

"جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔"

(تریاق القلوب ص۶۸ پہلا ایڈیشن)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

تھا برس چالیس کا مَیں اس مسافر خانہ میں
جبکہ مَیں نے وحیِ ربانی سے پایا افتخار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۵)

پس ثابت ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں حضورؑ کی عمر ۴۰ برس کی تھی۔ ۱۲۹۰ — ۴۰ = ۱۲۵۰۔ پس حضور کی پیدائش کا سال ۱۲۵۰ھ ثابت ہوا۔

غرضیکہ مندرجہ بالا تحقیق کی رو سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت اقدسؑ کی تاریخ ولادت ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ ہے۔ حضرت کی وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اب ۱۳۲۶ — ۱۲۵۰ = ۷۶ سال۔ گویا حضورؑ کی عمر ۷۵ سال ۶ مہینے اور ۱۰ دن ہوئی۔ جو عین پیشگوئی کے مطابق ہے۔

ایک دھوکا

بعض مخالفین حضرت اقدسؑ کی بعض ایسی تحریرات پیش کر کے دھوکا دیا کرتے ہیں جن میں حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ مَیں چودھویں صدی کے سر پر آیا اور اس سے مراد ۱۳۰۰ھ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے صدی کے سر سے مراد صدی کے پہلے سال کے شروع ہونے سے دس سال پہلے یا ۱۰، ۲۰ سال بعد تک کا زمانہ ہوتا ہے، یعنی جب پہلی صدی کے ۸۰، ۹۰ سال گزر جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اگلی صدی کا سرا آ پہنچا ہے۔ اور جب اگلی صدی میں سے ۱۰، ۱۵ سال گزر جاتے ہیں تب بھی وہ اس صدی کا سر ہی کہلاتا ہے کیونکہ یہی طریقِ کلام ہے کہ جب حساب دہاکوں کا ہو تو کسور حذف ہو جاتی ہیں۔ یعنی

ایک سے ۹ تک اور جب حساب صدیوں کا ہو تو اس کی کسور دہا کے ہوتے ہیں جو حذف کر دیئے جاتے ہیں اور ہزاروں کے حساب میں کسور صدیاں ہوتی ہیں چنانچہ دیکھو لو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ اَخْبَرَنِیْ اِنَّ عِیْسَیٰ بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ (حجج الکرامہ ص۴۲۸ از نواب محمد صدیق حسن خانصاحب) کہ میں ۶۰ برس کے سر پر پہنچوں گا۔ اب حضورؐ کی عمر پورے ۶۰ سال کی نہیں تھی بلکہ ۶۳، ۶۵ سال تھی۔ جیسا کہ (احوال الانبیاء جلد ۲ ص۴۳۳) کے حوالے سے اوپر درج ہو چکا ہے اب ۶۳ یا ۶۵ کو بھی ۶۰ کا "سر" ہی کہیں گے کیونکہ اہلِ عرب میں کسور حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح سے نبراس شرح عقاید نسفی ص۴۹۴ پر ہے وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ یَمْکُثُ خَمْسًا وَاَرْبَعِیْنَ ۔۔۔۔۔ فَلَا یُنَافِیْہِ حَدِیْثُ اَرْبَعِیْنَ لِاَنَّ النَّیِّفَ کَثِیْرًا مَا یُحْذَفُ" کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ امام مہدی ۴۵ برس زندہ رہے گا۔ یہ دوسری حدیث کے جس میں ۴۰ برس آتا ہے خلاف نہیں کیونکہ عام طور پر کسور کو دہاکوں میں سے حذف کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں:۔

"اوّلیتِ مائۃ "تا بست و پنج سال از آغاز ہر مائۃ محتمل ست" بلکہ "تا نصف مائۃ" (حجج الکرامہ ص۱۳۴) "کہ صدی کے سر سے مراد صدی کے شروع ہونے سے ۲۵ سال تک بلکہ ۵۰ سال تک ہو سکتی ہے" غرضیکہ حضرت اقدسؑ نے جس جس جگہ چودہویں صدی کے "سر" پر اپنا ظاہر ہونا یا آنا لکھا ہے، تو اس سے مراد ۱۲۹۰ھ ہی ہے نہ کہ ٹھیک ٹھیک ۱۳۰۰ھ۔ پس اس دھوکہ سے بچنا چاہیئے۔

دیگر اندازے

جیسا کہ اوپر درج ہوا حضرت اقدسؑ کی تاریخ پیدائش کی تعیین ہو جانے کے باعث حضرتؑ کی عمر ٹھیک ٹھیک معلوم ہو گئی کہ عین پیشگوئی کے مطابق تھی، لیکن چونکہ بعض تحریرات مخالفین اس قسم کی پیش کیا کرتے ہیں جن میں محض اندازہ کی بناء پر عمر بیان کی گئی ہے اور وہ بوجہ اندازے ہونے کے حجت اور دلیل نہیں بن سکتے۔ لیکن یہ بتانے کے لئے کہ محض اندازے کی بناء پر جو عمر بتائی جاتے وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتی۔ خود حضرت اقدسؑ کی بعض تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے حضرت اقدس کی عمر حضور کی تاریخ وفات تک ۷۴ اور ۷۶ کے درمیان ہی ثابت ہوتی ہے:۔

۱۔ "میری طرف سے ۲۳ راگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا، جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۱ حاشیہ و مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۵۶۴)

گویا ۲۳ راگست ۱۹۰۳ء کو حضرتؑ کی عمر ۷۰ برس کے قریب تھی اس کے ۵ سال بعد ۱۹۰۸ء میں حضورؐ فوت ہوتے، تو بوقت وفات آپ کی عمر ۷۵ برس کے قریب ثابت ہوئی اور قمری لحاظ سے ۷۷ برس۔

۲۔ ۱۔ "مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے؟ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو تو اس کی پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳)

ب۔ "آتھم کی عمر قریباً میرے برابر تھی۔"

(انجام آتھم صفحہ ۷)

ج۔ "مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔"

(انجام آتھم صفحہ ۱)

گویا حضرتؑ کی عمر بوقت وفات ۶۴+ ۱۲ = ۷۶۔ گویا قریباً ۷۶ سال ہوئی۔

نوٹ:۔ بعض لوگ اخبار بدر ۸ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۳ کا حوالہ دیکر یہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ گویا اس حوالہ میں "حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی، اس کا مقابلہ عبداللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔" (بدر ۸ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۳) حالانکہ خوب اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت اقدسؑ کی ایک دوسری تحریر اس بات کو بالکل واضح کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آتھم کی زندگی ہی میں آتھم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ "اگر آپ چونسٹھ برس کے ہیں، تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی۔"

(اشتہار ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء منقول از تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ بار اول۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲)

گویا اس حساب سے ۱۸۹۴ء میں حضرتؑ کی عمر قریباً ۶۰ تھی، اس کے ۱۴ سال بعد ۱۹۰۸ء میں آپ فوت ہوئے۔ ۶۰+ ۱۴ = ۷۴ اور قمری ۷۶۔ گویا حضرت مسیح موعودؑ کی عمر عبداللہ آتھم کی عمر کے مطابق حساب کی رُو سے کم سے کم ۷۴ سال بنتی ہے جو عین پیشگوئی کے مطابق ہے۔ اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت آپ کی عمر قریباً ۶۸ سال تھی نہ کہ ۶۴ سال، جیسا کہ مخالفین بدر کی عبارت پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

۳۔ حضرت اقدسؑ اپنی کتاب نصرۃ الحق ۱۹۰۵ء ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ میں یہ تحریر فرما کر کہ خدا نے مجھے بتایا کہ میری عمر ۸۰ سے پانچ سال کم و بیش ہو گی۔ فرماتے ہیں:۔ "اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷) اس کے تین سال بعد آپ فوت ہوئے۔ تو اس لحاظ سے آپکی عمر ۷۳ سال کے قریب اور قمری لحاظ سے ۷۵ سال کے قریب ثابت ہوئی۔

مخالفین کی شہادت

۱۔ ظفر علی خان آف زمیندار کے والد مولوی سراج الدین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر لکھا:۔

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۴ سال کی ہو گی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔"

(اخبار زمیندار ۸ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ بحوالہ عسل مصفی جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

۲۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری:۔ "مرزا صاحب ..... کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب ۸۰ سال سے

پھر نیچے اوپر ہے جس کے سب زینے غالباً آپ طے کر چکے ہیں۔" (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء صہ۳ کالم ۲)
اس تحریر کے پورا ایک سال بعد حضورؑ فوت ہوئے۔

۳۔ "چنانچہ خود مرزا کی عمر بقول اس کے ۷۵ سال کی ہوئی۔"

(اہلحدیث ۲۱ جولائی ۱۹۰۸ء صہ۳ کالم ۲)

۴۔ "مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبداللہ آتھم ..... عیسائی کی بابت لکھتے ہیں۔ "اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی، یعنی قریب ۶۴ سال کے" (اعجاز احمدی صہ۳) اس عبارت سے پایا جاتا ہے کہ عبداللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ آیئے اب ہم تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا؟ شکر ہے کہ اس کی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم صہ۱ روحانی خزائن جلد ۱۱ صہ۱ پر لکھتے ہیں۔ "چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے ہیں۔" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی بہت خوب! آیئے اب یہ معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۷ء میں ۱۸۹۶ء کو گزرے ہوئے کئے سال ہوئے۔ ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوتے ہیں۔ بہت اچھا ۶۴ کے ساتھ ۱۱ کو ملانے سے ۷۵ سال ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آجکل ۷۵ سال ہے۔" (مرقع قادیانی فروری ۱۹۰۸ء صہ۳)
گویا فروری ۱۹۰۸ء میں حضرت کی عمر بقول ثناء اللہ ۷۵ سال تھی، اس کے تین مہینے بعد حضور فوت ہوئے تو حضرت کی عمر بہرحال مذکورہ بالا عمر سے زیادہ ہی ہوگی، کم تو نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اب ثناء اللہ اور دوسرے دشمن کہتے ہیں۔

۵۔ "جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو (جیسے خود بدولت (مرزا صاحبؑ۔ غلام) بھی ہیں۔"

{ تفسیر ثنائی مطبوعہ ۱۸۹۹ء حاشیہ ۲ برآیت إِنِّي مُتَوَفِّيكَ
(آل عمران: ۵۶) جلد دوم صہ۱۴۳ و طبع دوم صفحہ ۹۰ }

گویا ۱۸۹۹ء میں حضرت کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی، ۱۹۰۸ء میں یعنی ۹ سال بعد آپ فوت ہوئے، تو اس حساب سے حضور کی عمر ۷۹ سال سے زیادہ ثابت ہوئی۔

۶۔ مولوی محمد حسین بٹالوی رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ اش صہ۱۹۱ ۱۸۹۳ء میں حضرت کے متعلق سخت غصہ میں آکر لکھتا ہے:- "۶۳ برس کا تو وہ ہو چکا ہے۔" اس کے بعد حضرت اقدس ۱۴ برس زندہ رہے گویا ۶۳ + ۱۴ = ۷۷ سال ہوئی اور یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی کی یہ شہادت جو اس نے حضرتؑ کی وفات سے قبل دی، بمقابلہ مخالفین سب سے زیادہ قابل استناد ہے، کیونکہ وہ حضرت کا بچپن سے دوست اور ہم مکتب بھی تھا۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے۔
"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جسقدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ ۶ تا ۱۱ بابت سال ۱۸۸۴ء صہ۱۶۹ تا ۱۷۰)

ایک اعتراض اور اسکا جواب

بعض مخالفین نے اعتراض کیا ہے کہ جب حضرت اقدسؑ کی تاریخ پیدائش ہی معلوم نہیں تو پھر عمر کی پیشگوئی دلیل صداقت کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا صدق وکذب معلوم نہیں ہو سکتا۔

جواب ۱:۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ ہی کے ملفوظات میں ایسے قرائن جمع کرا دیئے تھے کہ جن سے تاریخ پیدائش معلوم ہو کر تم پر حجت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اب جبکہ تاریخ پیدائش تحقیق کے رو سے معین ہو گئی تو تمہارا اعتراض بھی ساتھ ہی اُڑ گیا۔

۲۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ تاریخ پیدائش معین نہ بھی ہوتی۔ پھر بھی یہ پیشگوئی دلیل صداقت تھی۔ وہ اس طرح سے کہ:۔

(۱) مخالفینِ احمدیت مثلاً مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کی شہادت غیر احمدیوں پر حجت ہے۔

(۲) یہ بات کہ حضورؑ کی عمر چہتر ۷۴ اور چھیاسی ۸۶ کے درمیان ہوگی، الہام الٰہی کی بناء پر معلوم ہوئی۔ اب حضرت اقدسؑ کی وفات کے متعلق بھی الہاماتِ الٰہی بکثرت موجود ہیں جن کے عین مطابق حضور فوت ہوئے۔ مثلاً

ا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام دسمبر ۱۹۰۵ء میں الوصیت شائع فرماتے ہیں اور اس میں لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا۔ جَاءَ وَقْتُكَ۔ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ (الوصیت صہ۳ مطبوعہ ۱۹۰۵ء) یعنی تیرا وقتِ وفات قریب آگیا۔ اور تیری عمر کی میعاد جو مقرر کی گئی تھی اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیا کہ ۷۴ سال سے متجاوز عمر پانے کی جو پیشگوئی حضور نے کی تھی اسکے مطابق حضور کی عمر پوری ہو گئی۔ اب تم اس کو الہام مانو یا نہ مانو، بہر حال اتنا تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک تو آپ کی وفات عین پیشگوئی کے مطابق ۷۴ اور ۷۶ سال کے اندر اندر ہوئی۔

ب: پھر حضور فرماتے ہیں:۔

رؤیا:۔ "ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے، لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے اس کے ساتھ الہام تھا۔ آبِ زندگی"

{ ریویو آف ریلیجنز اردو جلد ۴ ۱۱ صہ۴۸۰ ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء
و تذکرہ صہ۵۷۳ ایڈیشن سوم مطبوعہ ۱۹۶۹ء الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ }

اس میں دو تین گھونٹ " زندگی کا پانی باقی رہنا بتایا گیا ہے سو اس کے مطابق پورے اڑھائی سال بعد حضرت اقدسؑ فوت ہوئے۔ غرضیکہ جس ملہم نے یہ بتایا کہ آپ کی عمر ۷۴ - ۷۶ کے درمیان ہوگی اسی ملہم نے وفات کے قریب بتا دیا کہ وہ میعاد اب قریب الاختتام ہے اور اب اس میں دو تین سال رہ گئے ہیں۔ سو اس کے مطابق عین ۷۵½ سال کی عمر میں حضورؑ کی وفات ہوئی۔

٭

ایک شبہ کا ازالہ

بعض مخالفین یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ الہام جو "یا" "یا" کا لفظ آتا ہے کہ اِسی سال یا اس سے چار پانچ سال کم یا چار پانچ سال زیادہ۔ یہ ملہم کے دل میں شک اور شبہ پر دلالت کرتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو صحیح علم نہ تھا؟

الجواب:۔ ۱۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو صحیح صحیح معلوم تھا، لیکن عمر کی تعیین کر کے اس کو معیّن طور پر ظاہر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ عبدالحکیم مُرتد اور ثناءاللہ جیسے دشمنوں کے ساتھ حضرت اقدسؑ کا مقابلہ ہوگا اور حضورؑ کی وفات کے متعلق منگھڑت پیشگوئیاں شائع کردیں گے اور اس طرح سے حق مشتبہ ہو جائیگا۔ چنانچہ عبدالحکیم مُرتد نے اسی "دو تین گھونٹ پانی" والے رؤیا کے شائع ہونے پر جھٹ تین سال کی میعاد لگا کر پیشگوئی کردی۔ سو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے بجائے کوئی سال وفات کے لئے معین کرنے کے آپ کی عمر کی پہلی اور آخری حد بتا دی تاکہ مخالفین کو جھوٹا کرنے کی گنجائش رہے اسی طرح مولوی ثناء اللہ کے ساتھ "آخری فیصلہ" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص۵۷۹ از الشرکۃ الاسلامیہ) بھی حضورؑ نے تحریر فرمایا، اب مولوی ثناء اللہ اگر مباہلہ پر آمادہ ہوتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؑ کو لمبی عمر دیتا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو حضورؑ کی زندگی ہی میں موت دیتا۔ پس "یا۔ یا" کے الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ملہم کو شبہ ہے بلکہ اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملہم کو حضرتؑ کی وفات سے ۳۰ سال قبل ہی آپؑ کی وفات کے قریب کے حالات کا علم تھا کہ دشمن کس طرح آپ کے الہامات سے پیشگوئیاں اُڑا کر حضور علیہ السلام کی وفات کو اپنی پیشگوئی کا نتیجہ قرار دیکر حق کو مشتبہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نَزِیْدُ عُمُرَکَ (بدر جلد ۲ ص۳۳ ۲۵، اکتوبر ۱۹۰۶ء ص۳) کے الہام کے لئے بھی گنجائش رکھ لی۔

۲۔ "یا۔ یا" کا لفظ کئی دفعہ خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی آجایا کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ (سورۃ یونس: ۴۷) کہ اے نبی! یا تو ہم آپ کو آپ کی بعض پیشگوئیاں پوری ہوتی دکھا دیں گے یا آپ کو وفات دے دیں گے۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔ (سورۃ توبۃ: ۱۰۶)

کہ کچھ اور بھی ہیں (یعنی وہ تین صحابہؓ کعبؓ بن مالک۔ ہلال بن امیہؓ اور مرارۃ بن الربیعؓ جو جنگ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے۔

خدا تعالیٰ کے حکم کی انتظار میں۔ جن کا معاملہ تاخیر میں ڈالا گیا تھا اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب دیگا یا معاف فرما دیگا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بھی "یا۔یا" آیا ہے۔اس کے متعلق تفسیر حسینی میں لکھا ہے :۔ "یا عذاب کریگا اللہ اُن پر اگر وہ گناہ پر اڑے رہیں گے اور یا توبہ دیگا انہیں اگر نادم ہونگے اس کام سے۔ یہ تردید یعنی "یہ یا یہ" کہنا بندوں کے واسطے ہے۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تردید نہیں" (تفسیر قادری مترجم ص۳۱۱ جلد ا و تفسیر حسینی فارسی جلد ا ص۲۴۹ زیر آیت وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ ---- سورۃ توبہ :۱۰۶) یعنی اللہ تعالیٰ کو نتیجہ کا علم تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ لوگوں کو تردد میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے "یا" کا لفظ استعمال کیا گیا۔

یہی حال یہاں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عبدالحکیم اور الٰہی بخش وغیرہ دشمنوں سے حضرت مسیح موعود کے وقتِ وفات کو مصلحتاً مخفی رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ کوئی جھوٹی پیشگوئی بنا کر حق کو مشتبہ نہ کر سکیں اس لئے "اَوْ" کا لفظ رکھا گیا۔ پس محض لفظ "یا" کی بنا پر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔

نوٹ ۱: یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الحکم جلد ۷ نمبر ۴۸، ۲۴ ص۱۵ کالم ۲ مورخہ ۱۰۔۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء میں یہ فرمایا ہے کہ میں نے کسی بزرگ سے دُعا کروا کے ۱۵ سال عمر بڑھوائی ہے اور اب میری عمر ۹۵ سال ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قطعاً عمر کا ۹۵ سال ہونا نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک "خواب" کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور خواب تعبیر طلب ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کنگن پہننے کا خواب۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب۔

(۲) مردان علی صاحب حیدر آبادی نے ۵ سال اپنی عمر کے کاٹ کر حضرتؑ کے پیش کئے تو یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرتؑ نے اُسے قبول فرمایا تھا۔ کوئی شخص اپنی عمر کاٹ کر دوسرے کو نہیں دے سکتا ورنہ صحابہؓ اپنی زندگیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے۔ مردان علی صاحب نے اپنے اخلاص کا اظہار اس طریق سے کیا۔ وہ حوالہ دکھاؤ جس میں حضرتؑ نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے مردان علی صاحب کی پیشکش کو منظور کر لیا۔

(۳) مولوی عبدالکریم صاحب سے حضرت اقدسؑ کا خواب میں اصرار سے اپنی اس قدر عمر پانے کے لئے جو حضورؑ کی جماعت کو مستحکم کرنے کے لئے کافی ہو۔ دُعا کرانا۔ مگر حضرت مولوی صاحب مرحوم کا دُعا نہ کرنا اور بجائے دُعا کے ہاتھ اوپر اُٹھا کر اکیس [21] اکیس کہتے جانا (دیکھو تذکرہ ایڈیشن اول ص۵۴۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے اور وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی زبان سے بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت کے استحکام کے لئے کل ۲۱ سال ملیں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے بیعت سن ۱۳۰۶ھ کے اوائل میں لی ہے اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ گویا آپ بیعت کے بعد ۲۱ سال تک اپنے سلسلہ کو مستحکم فرما کر تشریف لے گئے۔

عمرِ دُنیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت

مرزا صاحب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ہزارِ ہفتم سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے اور گیارہ برس کے اندر ہی آپ فوت ہوتے کیونکہ آپ کی وفات کے قریب کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ ابھی ہزار ششم

ختم نہیں ہوا۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۳ حاشیہ نمبر ۲ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء)

الجواب:- اس کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات یاد رکھنے چاہئیں:-

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۱ حاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء پر یہ لکھا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے رُو سے ۴۷۳۹ برس بعد میں مبعوث ہوئے۔ ۔۔۔۔۔۔ آدم صفی اللہ کی پیدائش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مدت گذری تھی یعنی ۴۷۳۹ برس بحساب قمری"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۱ حاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء)

اِن دونوں حوالوں میں "بعثت" ۔ "وقت" اور "زمانہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا چالیس برس کی عمر نہیں۔ بلکہ "وفات نبویؐ" ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام محولہ بالا عبارتوں کے آگے چلکر فرماتے ہیں:-

"حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے ۔۔۔۔۔ ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء)

"اس حساب کی رُو سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار برس میں سے گیارہ برس رہتے تھے"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۴ حاشیہ ۲ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء)

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تحریر فرمایا ہے کہ مسیح موعودؑ کی "بعثت" ہزار ششم کے آخر میں ہوئی۔ (تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں حاشیہ صفحہ ۴)

اِس عبارت میں مسیح موعود کی "بعثت" سے مراد ماموریت نہیں بلکہ "پیدائش" ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "پیدائش مسیح موعود ہزار ششم کے آخر میں ہے"

[تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۵ وحاشیہ طبع سوم۔ نیز دیکھو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶ ایڈیشن اوّل نومبر ۱۹۰۴ء، حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ سطر ۳ و ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۱ ایڈیشن اوّل۔]

۳۔ تحفہ گولڑویہ سے ہی ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہزار ششم ختم ہو گیا بلکہ ہفتم میں سے بھی نصف صدی سے زائد آپ کی زندگی میں گذر چکی تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اب قریباً پچاسواں سال اُس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دُنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۵ حاشیہ ایڈیشن اوّل مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

۴۔ چشمہ مسیحی ۱۹۰۶ء ایڈیشن اوّل صفحہ ب میں جو حضورؑ نے چھٹے ہزار کو جاری مانا ہے تو اسکا باعث یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۴ پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی وفات تک ۴۷۳۹ برس تحریر فرماتے ہیں تو یہ قرآنی حساب یعنی سورہ والعصر کے حروفِ ابجد کی بنا پر ہے۔ ورنہ عام مروجہ اور مشہور تاریخیں جو عیسائیوں کے حساب کے مطابق ہیں۔ اُن کی رُو سے آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلعم کی

وفات تک ۴۶۳۶ برس بنتے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۵ ایڈیشن اوّل مطبوعہ ۱۹۰۲ء) "عیسائیوں کے حساب سے جس پر تمام مدار بائیبل کا رکھا گیا ہے ۴۶۳۶ برس ہیں۔ یعنی حضرت آدمؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آخیر زمانہ تک ۴۶۳۶ برس"۔ اس حساب سے ۱۹۰۶ء (۱۳۲۴ھ) میں ۶۹۶۰ برس بنتے ہیں۔ یعنی ابھی چھٹا ہزار ہی جاری ثابت ہوتا ہے۔ پس چشمہ مسیحی میں حضرت اقدسؑ نے عیسائیوں کا یہی مروجہ حساب مراد لیا ہے۔ سورۃ العصر کے حروف ابجد والا حساب مراد نہیں۔

(نیز دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ ایڈیشن اوّل)

اِسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے ساقط رکھتے ہیں اور مخل مطلب نہیں سمجھتے۔ اس لئے ممکن ہے کہ سات ہزار سے اسقدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہنچے مثلاً دو تین سو برس اور زیادہ ہو جائیں۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴ حاشیہ ایڈیشن اوّل)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہلِ عرب کے جس قاعدہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے:-

وَجَآءَ فِیْ رِوَایَةٍ اِنَّهٗ یَمْكُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ..... فَلَا یُنَافِیْهِ حَدِیْثُ اَرْبَعِیْنَ لِاَنَّ النَّیِّفَ كَثِیْرًا مَا یُحْذَفُ عَنِ الْعَشَرَاتِ۔

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی از علامہ محمد عبدالعزیز الفرھاروی صفحہ ۵۰۰)

کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ مسیح موعود دُنیا میں ۴۵ سال رہے گا (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب نزول عیسیٰؑ فصل ۳)۔۔۔ پس یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں آتا ہے کہ وہ چالیس سال تک رہیگا (درّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ زیر آیت۔ ان من اھل الکتاب ع۱۶۰ سورۃ النساء) کیونکہ عام طور پر کسر دہاکوں سے حذف کردی جاتی ہے۔

پس اِس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۵۔ منظور محمد صاحب کے ہاں بیٹا

اعتراض:- حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میاں منظور صاحب کے گھر بیٹا ہوگا جس کا نام بشیر الدولہ اور عالم کباب وغیرہ ہوگا۔ (تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۵۹۸ و صفحہ ۶۲۶)

جواب:- حضرت اقدسؑ کے اصل الفاظ درج کئے جاتے ہیں:-

"۱۹، فروری ۱۹۰۶ء کو رؤیا دیکھا کہ منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے۔ تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی۔ اور یہ الہام ہوا۔ "بشیر الدولہ" فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دُعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے"۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۸ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ و مکاشفات صفحہ ۴۶ و تذکرہ صفحہ ۵۹۸ حاشیہ ایڈیشن اوّل)

پس حضرت اقدسؑ نے صاف فرمادیا ہے کہ منظور محمد کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ الہاماً تعیین کی گئی۔ اور حضرت اقدسؑ نے ضروری قرار نہیں دیا کہ منظور محمد سے مراد میاں منظور محمد صاحب ہی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خواب ہے اور خواب میں نام صفات کے لحاظ سے بتاتے جاتے ہیں۔ پس منظور محمد سے وہ شخص مراد ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ منظور نظر اور محبوب ہے ہاں ہاں جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے " اِسْمُہٗ اِسْمِیْ" (اقتراب الساعۃ ص۶۱ مطبوعہ نول کشور) کا ارشاد فرمایا۔ وہی جس کو آپ نے اپنا سلام دیا۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے فرمایا: "مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِیْ وَمَا رَاٰنِیْ" (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱ ایڈیشن اول) پس اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کے ذریعے یہ خبر دی تھی کہ وہ "کلمۃ اللہ" اور سلسلہ احمدیہ کی اقبال مندی کا نشان عنقریب اپنی عظیم الشان صفات کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہونے والا ہے اور اس کی وہ موعودہ صفات جو ۱۹۰۶ء تک دنیا کی نظر سے مخفی تھیں اب ان کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے سن بلوغ کو پہنچے۔ اور آپ نے رسالہ "تشحیذ الاذہان" جاری فرمایا جس کی خوبیوں کا اعتراف مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو بھی کرنا پڑا۔ ۱۹۱۴ء میں ۲۵ سال کی عمر میں آپ خلیفۃ المسیح ہوئے۔ اور اسی سال زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی جنگ عظیم کی صورت میں پوری ہوئی۔

(تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۵۹۹)

ایک اور ثبوت

پھر حضرت اقدسؑ کے اس صریح ارشاد کے علاوہ کہ "معلوم نہیں منظور محمد کے لفظ سے کس طرف اشارہ ہے"۔ (تذکرہ ص۵۹۹) بعض اور بھی قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "عالم کباب" (ایضاً ص۶۲۶) لڑکے سے مراد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی ہیں نہ کوئی اور۔

۱۔ "عالم کباب" لڑکے کے مندرجہ ذیل نام اور صفات بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) کلمۃ اللہ ۔ کلمۃ العزیز

(۲) بشیر الدولہ

(۳) ناصر الدین ۔ فاتح الدین ۔ شادی خاں

(۴) ھٰذَا یَوْمٌ مُّبَارِکٌ (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۶۲۶)

حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کی تشریح بھی فرمائی ہے:۔

(۱) "بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لیے بشارت دینے والا ہوگا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد (یا اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد) زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آئیں گی۔ اور گروہ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا۔ اور عظیم الشان فتح ظہور میں

آئے گی۔" (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۶۲۲)

(۲) "عالم کباب" سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی بُرائی بھلائی شناخت کرے۔ دُنیا پر ایک سخت تباہی آئیگی ۔۔۔۔ اِس وجہ سے اس کا نام عالم کباب رکھا گیا۔" (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۶۲۲)

غرضیکہ "عالم کباب" کی صفت بشیر الدولہ اور ناصر الدین اور کلمۃ اللہ اور فاتح الدین سے سلسلہ کی ترقی کی بشارت ہے۔ اب دیکھئے بعینہٖ یہی صفات اور نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مصلح موعود کے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء وتذکرہ ص۱۴۱)

۲۔ "بشیر الدین"

۳۔ "وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا ۔۔۔۔ وہ جلد جلد بڑھے گا بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔" (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۱۴۱)

۴۔ "فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔" (" " " ص۱۳۹)

اب دیکھ لیجئے کہ بشیر الدولہ کے بالمقابل "بشیر الدین" "کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز" کے بالمقابل "کلمۃ اللہ" مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے نام ہیں۔ جماعت کی ترقی کے متعلق بعینہٖ ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں کے متعلق ہیں۔ "عالم کباب" کا نام "فاتح الدین" ہے۔ تو مصلح موعود کو "فتح" کی کلید قرار دیا گیا ہے۔ اگر "عالم کباب" کی آمد کو "ھٰذَا یَوْمٌ مُبَارِکٌ" کہا ہے تو مصلح موعود کی بشارت میں دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" (تذکرہ ص۱۳۹) فرمایا ہے اور اگر "عالم کباب" کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ وہ مخالفین ومعاندین کے لئے عذابِ الٰہی کا موجب ہوگا نیز فرمایا کہ وہ لڑکا نیکوں کے لئے اور اس سلسلہ کے لئے ایک سعد ستارہ ہوگا۔ مگر بدوں کے لئے اس کے برخلاف ہوگا۔" (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۵۶۵ وص۶۲۲)

تو بعینہٖ اِسی طرح مصلح موعود کے متعلق فرمایا ہے کہ "تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجاوے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے ۔۔۔۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے ۔۔۔۔ جس کا نزول بہت مُبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء وتذکرہ ص۱۳۹ تا ص۱۴۳)

غرضیکہ دونوں کے نام اور صفات ایک ہی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں پیشگوئیاں ایک ہی وجود کے متعلق ہیں۔

ایک اعتراض

بعض لوگ ریویو اور بدر کے حوالہ سے ایک ڈائری پیش کیا کرتے ہیں کہ گویا حضرت اقدس علیہ السلام

نے الہاماً منظور محمد کی تعیین فرمادی ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ لڑکا میاں منظور محمد صاحب کے ہاں اُن کی بیوی محمدی بیگم کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔

جواب:۔ محمدیہ پاکٹ بک مصنف کا یہ لکھنا کہ ڈائری محولہ از ریویو جون ۱۹۰۶ء حضرت اقدسؑ کے قلم سے لکھی گئی۔ (محمدیہ پاکٹ بک ص۳۲ تا ص۳۴) محض جہالت ہے۔ وہ حضرت صاحبؑ کی تحریر نہیں۔ بلکہ ڈائری نویس نے محض اپنی یادداشت کی بنا پر تحریر کرکے طبع کرائی ہے۔ وہ ڈائری مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر قابل قبول نہیں۔

۱۔ وہ ڈائری حضرت اقدسؑ کی تصریح مندرجہ بدر جلد ۲ ۸ و مکاشفات از محمد منظور الٰہی جنجوعہ احمدی جون ۱۹۱۳ء ص۴۹ و ریویو مارچ ۱۹۰۶ء ص۱۲۲ والحکم جلد ۱۰ ۷ ۲۴ فروری ۱۹۰۶ء ص۱ کالم ۴ کے خلاف ہے جس کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ "معلوم نہیں منظور محمد سے کس کی طرف اشارہ ہے۔"

۲۔ حضرت اقدسؑ کی دوسری ڈائریوں سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخالفین کی محولہ ڈائری ریویو جلد ۵ ۶ ص۲۴۳، ۲۴۲ جون ۱۹۰۶ء نیز بدر جلد ۲ ۲۴ ۱۴ جون ۱۹۰۶ء ص۲ محض ڈائری نویس کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا ہے کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا ہوگا۔"

حالانکہ الحکم جلد ۱۰ ۲۰ پرچہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء ص۱ کالم ۲ میں جو حضرت اقدس علیہ السلام کے الفاظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں:۔

"یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوتے۔" اسی طرح الحکم جلد ۱۰ ۲۲ ۲۴ جون ۱۹۰۶ء ص۱ کالم ۱ و بدر جلد ۲ ۲۵ ۲۱ جون ۱۹۰۶ء ص۳ پر لکھا ہے:۔

"میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوتے ہیں:۔"

پس ثابت ہوا کہ دراصل الہام الٰہی سے صرف اس لڑکے کے نام ہی معلوم ہوتے تھے، یہ امر کہ وہ لڑکا منظور محمد کے گھر ان کی بیوی محمدی بیگم کے پیٹ سے پیدا ہوگا یہ تعیین الہامی نہیں ہے (ڈائری نویس نے اس فرق کو نہ سمجھنے کے باعث بجائے یہ لکھنے کے کہ "میاں منظور محمد صاحب کے گھر جو لڑکا پیدا ہوگا بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ اس کے دو نام ہونگے۔" لفظ "الہام الٰہی" کو فقرہ کے شروع میں رکھدیا ہے جس سے مضمون بگڑ کر وہ مفہوم بن گیا ہے جو حضرت اقدس کے دوسرے ملفوظات اور واقعات کے صریحاً خلاف ہے۔ پس دوسری ڈائریوں سے ریویو والی ڈائری (جس کا مخالف نے حوالہ دیا ہے) مردود ثابت ہوئی۔ اس سے جماعت احمدیہ کے خلاف حجت نہیں پکڑی جا سکتی کیونکہ وہ حضرت اقدس کی تحریر نہیں بلکہ حاضرین مجلس میں سے کسی کی اپنی یادداشت کی بنا پر لکھی ہوئی تحریر ہے جس میں غلط فہمی یا الفاظ کا اِدھر اُدھر ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں۔

حقیقۃ الوحی کا حوالہ

حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے کہ اُس لڑکے کا پیدا ہونا معرض التوا میں پڑ گیا۔ کیونکہ حضورؑ نے دُعا فرمائی تھی کہ رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا (حقیقۃ الوحی صد ۹۴ ، ۱۰۱) اے اللہ! زلزلہ میں تاخیر ڈال دے اور اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو بتا دیا کہ " اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی " (ایضاً ص۱۰۱) کہ اللہ تعالیٰ نے زلزلہ کو کسی اور وقت پر ٹال دیا۔

حقیقۃ الوحی ص۱۰۱ ، ص۱۰۶ کے حوالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ زلزلہ اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ " عالم کباب ظاہر ہو جائیگا"۔

۱۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ " منظور محمد " اور " محمدی بیگم " کا لفظ موجود ہے۔ پھر ان سے کوئی دوسرا کیونکر مراد ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال علم دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ تمام دُنیا کے خزانوں کی کنجیاں وُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ (بخاری کتاب الرؤیا والتعبیر باب المفاتیح فی الید جلد ۴ ص۲۰ مطبع الہیہ مصر) کہ وہ چابیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں حاصل نہیں ہوئیں۔ بلکہ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں یہ ملک فتح ہوئے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضرت عمرؓ ہو سکتے ہیں۔ تو منظور محمد سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیوں نہیں ہو سکتے؟ جو حقیقی اور اصلی منظورِ محمدؐ ہیں۔

۲۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب میں اگر چاند سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ اور سورج سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام اور ستاروں سے مراد بھائی ہو سکتے ہیں حالانکہ صریح لفظ چاند سورج اور ستاروں کا موجود ہے تو پھر اس خواب میں منظور محمد کی تعبیر کیوں نہیں ہو سکتی۔

۳۔ اسی طرح لکھا ہے:۔ قَالَ السُّھَیْلِیُّ قَالَ اَھْلُ التَّعْبِیْرِ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ اُسَیْدَ بْنَ اَبِی الْعِیْصِ وَالِیًا عَلٰی مَکَّۃَ مُسْلِمًا فَمَاتَ عَلَی الْکُفْرِ وَکَانَتِ الرُّؤْیَا لِوَلَدِہٖ عَتَّابٍ اَسْلَمَ۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۱۱۱ پہلا ایڈیشن مطبوعہ ۱۳۰۲ھ)

یعنی سُہیلی کہتے ہیں کہ اہل تعبیر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اسید بن ابی العیص کو خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور مکہ شریف کا گورنر بنا ہوا ہے، لیکن اسید مذکور بغیر مسلمان ہوتے مر گیا لیکن یہ خواب اس کے بیٹے عتابؔ کے حق میں نکلی۔ پس اگر اسید کافر سے مراد عتابؔ مسلمان بھی ہو سکتا ہے تو ایک مومن کی جگہ دوسرا اس سے اعلیٰ مومن کیوں نہیں ہو سکتا؟

انبیاء کی ذمہ واری

قرآن مجید اور احادیث نبویؐ اور اقوال آئمہ سلف سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اور انبیاء اور خدا تعالیٰ کے مامورین صرف اور صرف اس چیز کی صحت کے لئے جواب دہ ہوتے ہیں کہ جو انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتی ہے۔ وہ اپنے اجتہاد کے ذمہ وار نہیں ہوتے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

"مَا حَدَّثْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ۔ (ترمذی۔ ابواب الصلوٰۃ۔ باب ماجاء فی وصف صدیث عشا الصلوٰۃ) فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَ اُصِيْبُ۔ (نبراس شرح الشرح العقائد النسفی صفحہ ۲۹۲) یعنی جو بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہوں وہ حق ہے۔ مگر جو اس کی تشریح مَیں اپنی طرف سے کروں اس کے متعلق یاد رکھو کہ مَیں انسان ہوں، کبھی میرا خیال درست ہوگا اور کبھی نادرست۔

اسی طرح لکھا ہے:۔ "اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ يَجْتَهِدُ فَيَكُوْنُ خَطَاءً۔ (نبراس شرح الشرح عقائد النسفی صفحہ ۲۹۲) کہ آنحضرت صلعم کئی دفعہ اپنی وحی کی تعبیر یا تشریح اپنی طرف سے فرماتے تھے تو بعض دفعہ غلط بھی ہوتی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں اپنے اجتہاد کے خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ اپنی رائے ہے۔ نہ خدا کا کلام۔" (اعجاز احمدی پہلا ایڈیشن صفحہ ۔)

پس جبکہ واقعات اور حضرت اقدسؑ کے دوسرے اقوال سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں اور حضور کی سوا کسی شخص کے لئے پیشگوئی نہ تھی۔ تو پھر بھی ایک ڈائری کو (جس کی صحت اور محفوظیت مسلّم نہیں) پیش کرکے اعتراض کرتے جانا طریق انصاف نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو۔ اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہوجائے اور اصل امر جو اس پیشگوئی کا خارق عادت ہونا ہے وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آجائے کہ یہی صحیح معنے پیشگوئی کے ہیں۔ جو واقعہ نے اپنے ظہور سے کھولدیئے ہیں۔ تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۹)

ولادتِ معنوی

بعض مخالف کہا کرتے ہیں کہ ۱۹۰۶ء میں جب یہ پیشگوئی حضرت صاحب نے کی۔ اس وقت حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہو چکے تھے۔

الجواب:۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ الہام میں "ولادت" سے ولادتِ جسمانی مُراد نہیں۔ بلکہ ولادتِ معنوی مراد ہے۔ جیسا کہ امام الشیخ سہروردی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

يَصِيْرُ الْمُرِيْدُ جُزْءَ الشَّيْخِ كَمَا اَنَّ الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ فِي الْوِلَادَةِ الطَّبِيْعِيَّةِ وَ تَصِيْرُ هٰذِهِ الْوِلَادَةُ اٰنِفًا وِلَادَةً مَعْنَوِيَّةً كَمَا وَرَدَ عَنْ عِيْسٰى صَلَوٰةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ "لَنْ يَّلِجَ مَلَكُوْتَ السَّمَآءِ مَنْ لَّمْ يُوْلَدْ مَرَّتَيْنِ فَبِالْوِلَادَةِ الْاُوْلٰى يَصِيْرُ لَهٗ اِرْتِبَاطٌ بِعَالَمِ الْمُلْكِ وَ بِهٰذِهِ الْوِلَادَةِ يَصِيْرُ لَهٗ اِرْتِبَاطٌ بِالْمَلَكُوْتِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" وَصَرْفُ الْيَقِيْنِ الْكَمَالِ يَحْصِلُ فِيْ هٰذِهِ الْوِلَادَةِ۔ وَبِهٰذِهِ الْوِلَادَةِ يَسْتَحِقُّ مِيْرَاثُ الْاَنْبِيَآءِ مَا وُلِدَ"

(عوارف المعارف جلد ا صہ مطبوعہ الوہبیۃ البہیۃ قاہرہ مصر شعبان ۱۲۹۲ھ)

یعنی مرید اپنے پیر کے جسم کا حصّہ بن جاتا ہے جس طرح بیٹا اپنے باپ کا ولادتِ طبعی میں۔ مُرید کا یہ پیدا ہونا حقیقی پیدا ہونا نہیں بلکہ معنوی اور استعاری طور پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دو دفعہ پیدا نہ ہو۔ ولادتِ طبعی (حقیقی) میں انسان کا تعلق دُنیا سے ہوتا ہے۔ مگر ولادتِ معنوی میں اسکا تعلق آسمان (ملکوت اعلیٰ) سے ہوتا ہے۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں۔ کہ ہم نے اسی طرح ابراہیم کو ملکوتِ سماوی وارضی دکھائیں تاکہ وہ یقین کرے۔ دراصل حقیقی اور کامل یقین اسی ولادتِ معنوی سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اسی ولادت کے باعث انسان وراثتِ انبیاء کا مستحق ہو جاتا ہے اور جس شخص کو وراثتِ انبیاء نہ ملی وہ پیدا نہ ہوا۔"

پس اس پیشگوئی میں بھی "ولادت" سے مراد طبعی ولادت نہیں، بلکہ ولادتِ معنوی ہے۔ جو انسان کو انبیاء کا وارث بناتی ہے۔ سو یہ عجیب بات ہے کہ ۱۹۰۶ء میں ہی حضرت اقدس علیہ السلام نے اُس لڑکے کی پیدائش معنوی کی پیشگوئی فرمائی۔ ۱۹۰۶ء ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری فرمایا جس سے حضور کے کمالاتِ دینیہ و رُوحانیہ کا اظہار شروع ہوا اور "سلطان القلم" کی وراثتِ حقیقی کا تمغہ آپ کو ملا۔

پھر ۱۹۱۴ء میں حضور ایدہ اللہ اپنے معنوی بلوغ کو پہنچکر اور سریر آرائے خلافت ہو کر کامل و مکمل طور پر "عالم کباب" کا مصداق ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

۶۔ قادیان میں طاعون

اعتراض:۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ قادیان میں ہرگز طاعون نہیں آئیگی۔ یہ پیشگوئی غلط نکلی۔

الجواب:۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے قادیان میں طاعون کا آنا ممنوع قرار دیا ہے بلکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ قادیان میں طاعون آئے گی تو سہی مگر طاعون جارف یعنی جھاڑو دینے والی طاعون نہیں آئے گی۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام دافع البلاء میں فرماتے ہیں:۔

۱۔"ہم دعویٰ سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑیگی جو گاؤں کو ویران کرنیوالی اور کھا جانے والی ہوتی ہے۔" (دافع البلاء صفحہ ایڈیشن اول ۱۹۰۲ء)

۲۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"میں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھونگا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں۔ یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔" (ایضاً صفحہ ۱۰)

۳۔"کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو۔ اور موجب فرار و انتشار نہ ہو۔ کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔" (ایضاً صفحہ)

۴۔"اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیگا۔ یہ معنی نہیں کہ ہرگز اس میں طاعون نہیں آئیگی۔ اٰوٰی کا لفظ عربی زبان میں اُس پناہ دینے کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی حد تک مصیبت رسیدہ ہو کر پھر امن میں آجاتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۲ پہلا ایڈیشن ۱۵ر مئی ۱۹۰۷ء)

"اٰوٰی کا لفظ زبانِ عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لیا جاتے اور کثرتِ مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ (الضحیٰ:۷) اسی طرح تمام قرآن شریف میں "اٰوٰی" لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد آرام دیا گیا۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ حاشیہ طبع اول ۱۹۰۳ء)

پس ان پیشگوئیوں کے مطابق قادیان کو ایک دفعہ "کسی قدر" عذاب کے بعد اپنی امان میں لے لیا گیا اور اسی کو حضرت اقدس علیہ السلام نے صرف قادیان ہی کی نسبت سے "طاعون زور پر تھا" قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴) چنانچہ خود دوسری جگہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"صرف ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں آئی۔"

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ

پس قادیان میں کبھی بھی طاعونِ جارف نہیں آئی جو بربادی افگن ہوتی ہے۔ ہاں حضرت اقدس علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا۔"اِنِّيْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ۔ اُحَافِظُكَ خَاصَّةً۔" (تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۴۲۴، صفحہ ۴۲۸) کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والے طاعون سے محفوظ رہیں گے اور تیری تو خاص حفاظت کی جائیگی (خواہ چار دیواری کے اندر ہوں یا باہر) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے

بانگِ دہل اعلان فرمایا :۔

"میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہیگا۔ تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار کیا جائیگا۔ کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔" (دافع البلاء ص۱۸)

چنانچہ چراغ دین جمونی ہلاک ہوا۔ تفصیل دیکھو حقیقۃ الوحی ص۳۸۸ تا ص۳۹۲ میں پھر اس چیلنج کو کوئی اور منظور نہ کر سکا۔ لہٰذا حضرتؑ کی صداقت ثابت ہوئی۔

۷۔ محمد حسین بٹالوی کا ایمان

حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ محمد حسین بٹالوی ایمان لائیگا مگر وہ ایمان نہیں لایا؟

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح مطبوعہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء)

الجواب نمبر۱ :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دیا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۴، ۶۵، ۶۶۔

پھر فرماتے ہیں :۔ "فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائیگا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ" (یونس : ۹۱) یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔ (واللہ اعلم)۔" (استفتاء۔ اردو ص۲۲ حاشیہ مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۹۷ء)

فرعون کے ایمان لانے کا واقعہ جس کی طرف حضرت اقدس علیہ السلام نے محولہ بالا عبارت میں اشارہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید سورۃ یونس آیت : ۹۱ میں ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا۔ تو اس نے آواز دی کہ :۔

"اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" (یونس)

کہ میں ایمان لایا کہ وہی ایک خدا ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے اور میں مسلمان ہوں۔ اب فرعون کے ایمان لانے کا بجز خدا تعالیٰ کی شہادت کے اور کون انسان گواہ ہے۔ بعینہٖ اسی طرح محمد حسین کے ایمان کا بھی خدا کا الہام گواہ ہے۔ اب کوئی آریہ یا عیسائی تم سے فرعون کے ایمان لانے کا ثبوت پوچھے تو جو جواب تم اس کو دو گے وہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لو۔

جواب نمبر۲ :۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئی میں تھا۔ "اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ يُؤْمِنُ بِاِيْمَانِيْ" (تذکرہ ایڈیشن سوم ص۱۰۸) کہ مولوی محمد حسین بٹالوی میرا مومن ہونا مان لے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اوّل المکفرین نے ۱۹۱۳ء میں لالہ دیوکی نندن صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل وزیر آباد کی عدالت میں مقدمہ نمبر۱۳۰ میں حلفاً بیان کیا کہ "میں احمدی جماعت کو مسلمان سمجھتا ہوں۔"

اب بتاؤ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں کسی کو یہ وہم بھی ہو سکتا تھا کہ کسی وقت یہی مولوی محمد حسین

جو سب سے پہلے فتویٰ کفر دینے والا ہے۔ خود حضرت اقدسؑ اور آپ کی جماعت کو مسلمان سمجھنے لگ جائیگا۔

۸۔ عبداللہ آتھم

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حقیقی اور سچا مذہب خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے اور یہ کہ موجودہ عیسائیت کسی صورت میں بھی اُس مذہب کی قائمقام نہیں ہو سکتی جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے پاک ہاتھوں سے قائم ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو عیسائیت پر کھلا کھلا غلبہ عطا کیا۔

عیسائیوں نے اپنے نمائندہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کو جون ۱۸۹۳ء میں خدا کے مسیح موعودؑ کے بالمقابل کھڑا کیا۔ جب اُس پر دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ کی رُو سے کامل طور پر حجّت ہو چکی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خُدا سے بزرگ و برتر سے اطلاع پا کر اعلان فرمایا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے ہمارے آقا و سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ "دجّال" (اندرونہ بائیبل از پادری عبداللہ آتھم ڈپٹی ۱۸۹۳ء) کہا ہے۔ اس لئے اِس جرم کی پاداش میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ "اگر وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" تو پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بے انتہا غیرت ہے اور یہ کہ اس کے نزدیک سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ خدا کے پیارے مسیح موعودؑ کی یہ ہیبت ناک پیشگوئی شائع کر دی گئی اور اس میں آتھم کو ہلاکت سے بچنے کا طریق بھی بتلا دیا گیا۔ کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو اس ہلاکت سے بچ جائیگا۔

پیشگوئی کا شائع ہونا تھا کہ ڈپٹی آتھم کے لئے جس ہاویہ کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اُس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ وہ توبہ اور استغفار، دُعا اور رجوع میں لگ گیا۔ وہ اس گستاخی کے لئے جو اُس نے پاکبازوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی تھی روتا اور گڑگڑاتا رہا۔ وہ برابر پندرہ ماہ تک انتہائی پریشانی سراسیمگی اور بدحواسی کے ساتھ دربدر پھرتا رہا۔ وہی عیسائیت جس کی اشاعت اور تبلیغ (اس پیشگوئی سے قبل) اس کی غذا تھی اب اس کو موت کا پیالہ نظر آتی تھی۔ وہی اسلام اور بانیٔ اسلام جن کی تردید کرنا اور جن کو گالیاں دینا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا اب اس کی نظر میں اِس قدر قابلِ اعتراض و تردید نظر نہ آتے تھے۔

وہی عبداللہ آتھم جس کے لئے ایک دن بھی عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کی تردید کے بغیر گذارنا غیر ممکن تھا متواتر پندرہ مہینے ایک غیر منقطع سکوت اور لامتناہی خاموشی کے ساتھ شہر بشہر پھرتا رہا اور ایک حرف بھی اپنی زبان سے اسلام یا بانیٔ اسلام کے خلاف نہیں نکالا۔

یہ معنی خیز خاموشی۔ حیرت انگیز سکوت اور عبرت ناک سراسیمگی اسلام اور خدا کے مسیح موعودؑ کی صداقت پر زبردست دلیل تھی اور اس طرح سے عبداللہ آتھم کا پندرہ ماہ کا عرصہ گذارنا سعید الفطرت انسانوں کے لئے یقیناً یقیناً خدا کے زبردست مگر رحمدل ہاتھ کی کرشمہ نمائی کا زبردست ثبوت تھا۔ مگر نور کے دشمنوں نے

اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لئے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ عبداللہ آتھم نے درحقیقت رجوع نہیں کیا تھا اور یہ کہ خدا کے مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نعوذ باللہ جھوٹی نکلی۔ خدا کا مسیح موعودؑ ایک دفعہ پھر خدا کی طرف سے حجّت باہرہ اور دلائل بیّنہ کی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان میں نکلا۔ اور عبداللہ آتھم ہی کے ذریعہ ایک دوسرے نشان سے صاف اور واضح طور پر اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ سچا اور حقیقی دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پے درپے اشتہارات شائع کئے۔ کہ اگر تم لوگ اس دعویٰ میں سچے ہو کہ عبداللہ آتھم نے رجوع نہیں کیا۔ تو تم اُسے کہو کہ وہ حلف اُٹھا کر کہہ دے کہ مَیں نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اگر اس حلف کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہ جائے تو مَیں جھوٹا ہوں۔ آپ نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ چار ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ عبداللہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائیگا۔ کیونکہ اس سے زیادہ اس بات کو کوئی نہیں جانتا کہ اس نے فی الحقیقت حق کی طرف رجوع کیا، لیکن اگر اب آتھم عیسائیوں کے اس قول کی تردید نہ کرے اور نہ قسم کھائے تو بھی وہ عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جو ہونا تھا وہ ہوچکا اور آگے کچھ نہیں۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۱۵ پہلا ایڈیشن)

"اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں۔ اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھائیں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مُجرم کو بے سزا نہیں چھوڑیگا جس نے حق کا اخفا کر کے دُنیا کو دھوکا دینا چاہا ۔۔۔۔۔۔ اور وہ دن نزدیک ہیں دُور نہیں۔"

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ صفحہ ۱۱ ۲۷ر اکتوبر ۱۸۹۴ء)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ "وہ دن" جو عبداللہ آتھم کی سزا ہی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ وہ بہت "نزدیک" تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار پر ابھی سات ماہ نہیں گذرے تھے کہ آتھم ۲۷ر جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔

خدا تعالیٰ نے آتھم کے ذریعہ سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زندگی اور موت کے دو نشان ظاہر فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع کرنے سے آتھم نے پندرہ ماہ کے عرصہ میں "زندگی" پائی اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے نشان کو چھپانے کے نتیجہ میں اُسے "موت" حاصل ہوئی۔ اور اس نشان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعتِ حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ اور آپ کی مخالفت ایک موت کا پیالہ ہے۔ جس کا پینے والا رُوحانی موت سے بچ نہیں سکتا۔

۹۔ محمد حسین کی ذلت

مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ محمد حسین ذلیل ہوگا۔ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔

الجواب:۔ محمد حسین پر کئی ذلتیں آئیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو کتاب "بٹالوی کا انجام" مصنفہ جناب میر قاسم علی صاحب۔ اجمالاً یہاں کچھ لکھا جاتا ہے۔

۱۔ محمد حسین نے حضرت اقدس علیہ السلام پر اس وجہ سے فتویٰ کفر لگایا کہ آپ گویا مہدی خونی کے قائل نہیں۔ مگر بعد میں اس نے خود گورنمنٹ سے زمین حاصل کرنے کی غرض سے بطور خوشامد یہ لکھا کہ کوئی ایسا جنگ اور جہاد کرنے والا مہدی نہیں آئیگا۔ اور یہ کہ اس مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں سب موضوع اور ضعیف ہیں۔ چنانچہ اس نے ۱۴ر اکتوبر ۱۸۹۳ء کو ایک انگریزی فہرست شائع کی۔ جس میں مہدی کی آمد کا انکار کیا۔ اس پر غیر احمدی علماء ہی سے حضرت اقدسؑ نے خونی مہدی کے منکر کے متعلق فتویٰ کفر حاصل کر لیا۔ پس محمد حسین اپنے مسلمات کے رُو سے ذلیل ہوا۔

(تفصیل دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار ۷ر جنوری ۱۸۹۹ء)

۲۔ محمد حسین نے حضرت اقدسؑ کے الہام "وَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ" (تذکرہ ایڈیشن سوم صفحہ ۳۲۶) پر نحوی اعتراض کیا تھا کہ عجب کا صلہ لام نہیں آتا۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے احادیث کُتب لغت اور شعراء عرب کے کلام سے عجب کے صلہ لام کی مثالیں شائع کیں تو محمد حسین نے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور اپنی خفت کو یہ کہکر مٹانا چاہا۔ کہ مَیں نے کہا تھا۔ کہ قرآن میں "عجب" کا "من" صلہ آیا ہے۔ (الہامات مرزا مصنفہ ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۹۳)

۳۔ محمد حسین نے خونی مہدی کا انکار کرکے گورنمنٹ سے زمین حاصل کی۔ اور بخاری میں ہے کہ جس گھر میں ہل داخل ہوجاتا ہے وہ ذلیل ہوجاتا ہے۔ "عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاہِلِیِّ قَالَ وَرَاٰی سِکَّۃً وَّشَیْئًا مِّنْ اٰلَۃِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ ھٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اُدْخِلَۃُ الذُّلُّ" (بخاری کتاب الوکالۃ باب ما یحذر من العواقب جلد ۲ صفحہ ۲۱ مصری و مشکوٰۃ باب المساقاۃ والمزارعۃ مطبع اصح المطابع صفحہ ۲۵۷) حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ہل کا ایک پھل اور کھیتی کرانے کا ایک آلہ دیکھا۔ تو فرمایا کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ یہ جس قوم کے گھر میں داخل ہوتا ہے اُس میں ذلت آجاتی ہے۔ محمد حسین بٹالوی کا عالم اور غیر زمیندار ہوکر "اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ" کا مصداق بننا یقیناً حدیث کے الفاظ میں اس کے لئے ذلیل ہونا تھا، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے گھر میں "ہل" کو داخل نہیں کیا بلکہ حضورؑ تو پیدا ہی زمیندار خاندان میں ہوتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ ابوداؤد "حَارِثٌ حَرَّاثٌ" (ابوداؤد کتاب المہدی بحوالہ مشکوٰۃ مطبع نظامی دہلی صفحہ ۴۷۱ باب شرائط الساعۃ) والی پوری ہوئی۔ اس لیے آپ کے لئے یہ موجب ذلت نہیں۔

نوٹ :۔ یاد رہے کہ یہاں حدیث میں صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جو تجارت یا دوسرے پیشے چھوڑ کر اور غیر زمیندار ہو کر زمیندار بننے کی کوشش کرتے ہیں نیز اس زمینداری کا ذکر ہے جو انسان کو دنیا داری میں مشغول کر دے اور اپنے مذہبی عقائد سے منحرف کرائے ۔ جیسا کہ محمد حسین کے ساتھ ہوا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کو بھی زمیندار قرار دیکر بتادیا کہ زمینداری بُرا پیشہ نہیں ۔

۱۰۔ نَافِلَةً لَّكَ

مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ ایک اور بیٹا مبارک احمد کے بعد پیدا ہوگا ۔ مگر وہ پیدا نہ ہوا ۔

الجواب :۔ حضرت اقدسؑ نے خود اس الہام کی تشریح فرمادی ہے :۔ "چند روز ہوتے الہام ہوا تھا ۔ "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ" ممکن ہے کہ اس کی تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا پیدا ہو کیونکہ "نافلة" پوتے کو بھی کہتے ہیں ۔ یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو"

(الحکم جلد ۱۰ ۱۲ ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء صا و تذکرہ ایڈیشن سوم ص۶۰۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

"اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ ۔ ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں ۔ جو تیرا پوتا ہوگا"

(حقیقۃ الوحی ص۹۵ ایڈیشن اول)

پس وہ نَافِلَةً جس کی بشارت دی گئی تھی صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل فرزند اکبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں ۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ ۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضور کے بھائیوں کے کئی ایک اور صاحبزادے ہیں ۔ گویا دشمنوں کے ابتر ہونے کے مقابلہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کو پوتوں تک کی بشارت دی گئی ۔

نوٹ :۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "پسر خامس" کی بھی پیشگوئی فرمائی تھی ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے الہام بَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ (یعنی پسر خامس) سے مراد پوتا لیا ہے ۔

(دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹ ایڈیشن اول)